اس ناول میں شامل ہے ایڈونچر ٹائمز اسکول میگزین کا شمارہ نمبر 18 بالکل مفت

اکتوبر 2007

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

چوری کا چکر

ناول نمبر 751

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم
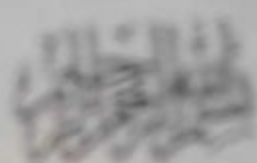
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

چوری کا چکر

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلا نٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	چوری کا چکر
نمبر	751
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	40روپے

اطلاع عام

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلکیشنز
D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن مجھ کو سب سے زیادہ عزیز اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ خوش اخلاق ہیں۔

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم!

دھوکے کھاتے ایک عمر گزر گئی... اپنوں نے بھی دیے اور پراؤں نے بھی... پرائے جو دکھ دیتے ہیں... وہ دکھ اس قدر تکلیف دہ نہیں ہوتے کہ وہ ہیں ہی پرائے... وہ جو بھی کر گزریں... کوئی مشکل بات تو نہیں... لیکن دکھ تو اس بات کا ہے کہ جب اپنے دکھ دیتے ہیں تو وہ دکھ بہت دکھی کر جاتے ہیں... اس وقت انسان سوچتا ہے... ان اپنوں سے تو پرائے اچھے... بھئی وہ بھی دکھ دیتے ہیں، یہ بھی... لیکن ان کے ذریعے دینے کی تکلیف انسان زیادہ محسوس کرتا ہے... لہٰذا اُن سے اچھے تو پھر پرائے ہوتے ہیں...

آپ نے سنا ہوگا... نہیں سنا تو اب پڑھ لیں... کہ سانپ کا ڈسا پانی نہیں مانگتا... لیکن میرے نزدیک یہ بات درست نہیں... اس مثال کو یوں ہونا چاہیے اپنوں کا ڈسا پانی نہیں مانگتا... پانی نہ مانگنے کا مطلب ہے کہ اس بے چارے کو موت اتنی مہلت ہی نہیں دیتی کہ کسی سے پانی ہی مانگ کر پی لے...

اوہو! میں یہ کیا باتیں لے بیٹھا... مجھے تو "چوری کا چکر" ناول کی دو باتیں لکھنا تھیں... اس لیے کہ فاروق احمد صاحب... دو باتیں کے بغیر ناول قبول نہیں کرتے... ان کا کہنا ہے... دو باتیں کے بغیر ناول کا کیا مزہ... سو ان کے لیے بھی دو باتیں لکھنا پڑتی ہیں... گویا ناول دو باتیں کے بغیر نامکمل لگتا ہے... یہ میرا خیال نہیں، قارئین کا کہنا ہے... اور قارئین کا کہنا سر آنکھوں پر... آپ کا کیا خیال ہے، اس بارے میں... کچھ آپ بھی تو اپنا خیال ظاہر کیا کیجیے... اور نہیں تو ناول پر تبصرہ لکھ کر بھیج دیا کیجیے... اب تو نئے ناول کے آخر میں خطوط کی بھی اشاعت شروع کی گئی ہے... تو آپ کیوں اس میں حصہ نہیں لیتے... کیا یہ بات دکھ دینے والی نہیں ہے... لیکن اس کی نوعیت بہت ہی معمولی ہے... جب کہ اپنے تو اتنے بڑے بڑے دکھ دیتے ہیں کہ اٹھائے جائیں، نہ دھرے جائیں... لیجیے... پھر دکھوں کا ذکر آ گیا... اس سے پہلے کہ یہ دکھ رنگ میں بھنگ ڈال دیں... میں ہی آپ سے اجازت لے لیتا ہوں... جی ہاں اور کیا... خیر آئندہ ماہ پھر ملاقات ہوگی... اجازت دیجیے۔

سزا

''تم لوگوں کے لٹکے چہرے بتا رہے ہیں کہ تم ناکام لوٹے ہو... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم سب کے سب ناکارہ ثابت ہو گے... کیا تم میں سے کوئی اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا ہے یا پھر میں سزا سناؤں۔''

کمرے میں گونجنے والی آواز یک لخت رک گئی... ان سب کے چہروں کا رنگ اڑا ہوا تھا... آخر ان میں سے ایک نے اُٹھ کر کہا:

''میں اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہوں گا باس۔''

''یہ تم ہو... فاضل گرمانی۔''

''ہاں بس... یہ میں ہوں۔''

''کہو! کیا کہنا چاہتے ہو... لیکن میں جھوٹ سننے کا عادی نہیں... میں جھوٹ کو اس طرح پکڑ لیتا ہوں... جیسے کوئی اُڑتی چڑیا کے پر آسانی سے گن لے۔''

''میں جھوٹ نہیں بولوں گا باس۔''

''یہ اچھی بات ہے... شروع ہو جاؤ۔''

''میں نے ان کے سامنے ایک تجویز رکھی تھی... اور وہ یہ تھی کہ

ہم نواب خاور جاہ کی کوٹھی میں رات کے پچھلے پہر داخل ہوں گے... سب لوگوں کو بے ہوش کر دیں گے اور اس کے بعد اپنا کام کریں گے... لیکن ڈالی نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا... اس نے کہا... کہ ہم رات کے بارہ بجے کوٹھی میں داخل ہوں گے... کسی کو بے ہوش نہیں کریں گے... ان پر بندوقیں تان دیں گے اور اپنا کام کریں گے... لیکن ہوا کیا باس... جونہی ہم اندر داخل ہوئے... نواب صاحب کے پہرے داروں نے ہم پر بندوقیں تان دیں... وہ تو شکر کریں کہ عین اس وقت لائٹ چلی گئی اور ہم لوٹ لگا گئے... بس اس کے بعد ہم سر پر پیر رکھ کر بھاگ نکلے... باس آج کل ماڈرن لوگ رات کے ایک دو بجے تک جاگتے ہیں ... اس کے بعد کہیں جا کر سونے کا پروگرام بناتے ہیں اور پھر دن کے دس بجے تک بے سدھ سوئے رہتے ہیں... ان حالات میں آپ خود فیصلہ کریں کہ میری تجویز درست تھی یا ڈالی کی۔''

''ٹھہرو! پہلے میں تمہارے بیان کی تصدیق کر لوں... کیوں ڈالی... کیا فاضل گرمانی ٹھیک کہہ رہا ہے۔''

''ہاں باس!'' ڈالی مردہ آواز میں بولا۔

''ڈالی! میں نے اپنے گروہ کا تمہیں نگران مقرر کیا تھا... لیکن تم ناکارہ ثابت ہوئے ہو... لہٰذا آج سے نگران فاضل گرمانی کو مقرر کرتا ہوں... فاضل اسے رسیوں سے باندھ دو۔''

''نن... نہیں باس... نہیں... میں معافی چاہتا ہوں... آئندہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاؤں گا۔''

''بھئی سزا تو تمہیں بھگتنا ہو گی... تاہم یہ بہت ہلکی سزا ہے...

کمر پر صرف 20 کوڑے۔''

''نن نہیں باس... نہیں... بیس کوڑے پورے ہونے سے پہلے تو میں مارا جاؤں گا۔'' ڈالی لرز گیا۔

''ارے نہیں... وہ اتنے سخت کوڑے نہیں ہیں... دیکھو نا... اگر تم کامیاب لوٹتے... تو انعام بھی تو لیتے... اب سزا بھی خوشی سے قبول کرو۔''

''نن نہیں باس۔'' وہ پھر کانپ کر بولا۔

''فاضل گرمانی تم نے سنا نہیں۔''

''ب... باس... یہ ہمارے پرانے نگران ہیں... میری درخواست ہے... انہیں معاف کر دیا جائے۔''

''اگر میں معاف کر دوں... تب بھی نگران تو اب تم ہی ہو گے۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں باس... میں خوشی سے فاضل گرمانی کی نگرانی میں کام کروں گا۔''

''اچھی بات ہے... ڈالی... میں نے تمہاری معافی کو قبول کر لیا۔ تم خوش قسمت ہو... لیکن اب فاضل گرمانی کو اپنا نگران مان کر کام کرنا... اور اس کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرنا۔''

''آپ بے فکر رہیں باس۔'' ڈالی نے جلدی سے کہا۔

''ڈالی۔'' آواز ابھری۔

''یس باس۔'' اس نے فوراً کہا۔

''تمہاری آواز عجیب سی ہے... کیا تمہارے دل میں فاضل

گرمانی کے خلاف جذبات اُبھر رہے ہیں۔''

''نہیں باس... بھلا میں کیوں ان کے خلاف ہوں گا۔''

''دیکھو لوڈالی... معاہدے کی خلاف ورزی نہ ہو۔''

''نہیں باس! کیا یہ کم ہے کہ آپ نے مجھے سزا نہیں دی اور معاف کر دیا... میرے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات بھلا کیا ہوگی۔''

''اچھی بات ہے... کل تم پھر جاؤ گے... اور کل اسی وقت پھر یہاں ہماری ملاقات ہوگی... اور میں تم لوگوں کے چہروں پر ناکامی کے آثار نہ دیکھوں۔''

''آپ فکر نہ کریں باس۔'' فاضل گرمانی نے فوراً کہا۔

''بس تو پھر... تم جا سکتے ہو... معمول کے مطابق... مڑ کر نہ دیکھنا...'' ورنہ مڑ کر دیکھنے والے کی کھوپڑی میں سوراخ ہو سکتا ہے۔''

اور وہ اس عمارت سے نکل آئے... سب سے آخر میں فاضل گرمانی نکلا۔ اس نے پیچھے مڑے بغیر ہاتھ پیچھے لا کر دروازہ بند کر دیا...

O

دوسرے دن وہ پھر اسی عمارت کے اسی کمرے میں موجود تھے... ٹھیک نو بجے باس کی آواز پھر اُبھری:

''یہ کیا... میں تم لوگوں کے چہرے پھر لٹکے ہوئے دیکھ رہا ہوں... فاضل تم بھی ناکام رہے۔'' باس کے لہجے میں غصہ تھا۔

''ہم نے پوری کوٹھی چھان ماری باس... اور کوئی کوتاہی نہیں کی...''

''لیکن میرے نزدیک تو یہ ناکامی ہی ہے۔''

''تب پھر باس! آپ مجھے اجازت دیں۔'' فاضل گرمانی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''اجازت دوں... کس بات کی؟'' باس نے چونک کر پوچھا۔

''میں وہاں ملازمت کروں... اور سراغ لگاؤں گا...''

''تجویز خوب ہے... لیکن اس طرح تو مجھے نہ جانے کب تک انتظار کرنا پڑے گا۔''

''مجبوری ہے باس... نواب خاور جاہ... کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں... ضرور انہوں نے کوئی خاص انتظام کر رکھا ہے... میں وہاں رہ کر اسی بات کا سراغ لگاؤں گا اور یہ مہم اکیلے ہی سر کروں گا...''

''اچھی بات ہے... یہ بھی سہی... بہرحال میں ہر حال میں کامیابی کی خبر سننا چاہتا ہوں...''

''آپ فکر نہ کریں... فاضل گرمانی اس بار ناکام نہیں ہوگا... کامیاب لوٹے گا۔''

''لیکن گرمانی... تم کم از کم ایک ساتھی کو تو لے جاؤ۔''

''باس! ایک آدمی کا ملازمت حاصل کرنا آسان ہے۔''

''اس کا حل یہ ہے کہ پہلے تم ملازمت حاصل کر لو... پھر اپنے ساتھی کے لیے جگہ بنا لینا۔''

''او کے سر یونہی سہی۔''

اور پھر یہ میٹنگ بھی برخاست ہو گئی... دوسرے دن فاضل گرمانی نواب خاور جاہ کی حویلی کے دروازے پر پہنچ گیا... اس وقت وہ ایک شریف صورت دیہاتی آدمی کے میک اَپ میں تھا... اس نے اپنے حلیے میں بہت تبدیلی کر لی تھی... وہ ایسا نہ کرتا تو اس بات کا خطرہ تھا کہ کوئی اسے پہچان لے... وہ کئی بار کا سزا یافتہ مجرم تھا اور اس کی تصویر بھی اخبارات میں کئی بار چھپ چکی تھی...

حویلی بہت بڑی اور پرانی تھی، لیکن اب اسے جدید شکل دے دی گئی تھی۔ اس کے چاروں طرف ایک وسیع باغ تھا اور اس میں چار دیواری کے ساتھ بہت بلند درخت تھے... یوں لگتا تھا جیسے چاروں طرف درختوں کی فصیل کھڑی ہو۔ دروازے پر کھڑے باوردی پہرے دار کے نزدیک پہنچ کر بولا:

''مجھے نواب صاحب سے ملنا ہے۔''

''کیوں... کیا کام ہے۔''

''دیہات سے آیا ہوں... میرے پاس ان کے ایک دوست کا رقعہ ہے۔''

اوہ اچھا... میں اندر پیغام بھیجتا ہوں۔''

اس نے فون پر اندر کسی کو یہ بات بتائی... چند منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی، پہرے دار نے فون سنا اور پھر اس سے بولا:

''آپ اندر چلے جائیں... بائیں طرف ایک دفتر نظر آئے گا... دفتر میں موجود شخص آپ کو اندر پہنچائے گا۔''

''جی اچھا۔''

پہرے دار نے دروازہ کھول دیا... وہ اندر داخل ہوا... اور دفتر کی طرف بڑھا وہاں ایک ادھیڑ عمر آدمی ایک میز کے دوسری طرف بچھی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا...

''آپ کا نام؟''

''جی اختر کمال۔''

''وہ خط مجھے دیں۔''

فاضل گرمانی نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے لفافے میں سے خط نکال کر پڑھا... پھر اس سے بولا:

''آپ یہاں بیٹھیں... میں یہ خط نواب صاحب کے پاس لے جاتا ہوں۔''

''جی اچھا۔'' اس نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

وہ اندرونی حصے کی طرف چلا گیا... پندرہ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تو اس کے چہرے پر غصہ تھا... جھلاہٹ بھی تھی... لیکن فاضل گرمانی پرسکون انداز میں بیٹھا رہا... اس نے نزدیک آ کر کہا:

''نواب صاحب کا کہنا ہے کہ حاتم سباری نام کا ان کا کوئی شخص دوست نہیں ہے۔ لہٰذا یہ خط فرضی ہے... اور آپ دھوکے باز ہیں۔''

''کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... حاتم سباری تو ہمارے گاؤں کے سب سے بڑے اور مشہور آدمی ہیں... وہ اکثر خاور جاہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں... میں نے خود ہی ان سے درخواست کی تھی کہ مجھے شہر میں کوئی ملازمت دلوا دیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ شہر میں ان کے بہت ہی

قریبی دوست نواب خاور جاہ رہتے ہیں... میں اُن کے نام رقعہ لکھ دیتا ہوں، تم ان سے مل لو... وہ یا تو تمہیں اپنے پاس رکھ لیں گے یا پھر کسی جگہ ملازمت دلوا دیں گے... سو میں نے رقعہ لیا اور شہر آگیا... پتا پوچھتے پوچھتے آخر یہاں تک پہنچ گیا... اب اگر نواب صاحب کہتے ہیں کہ اس نام کا ان کا کوئی دوست نہیں ہے... تو میں واپس چلا جاتا ہوں... ضرور اس شخص نے مجھ سے مذاق کیا ہے... ایک جھوٹا رقعہ لکھ کر مجھے دیا ہے... اب اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے نا۔''

''آپ کا قصور کوئی نہیں بتا رہا ہے... آپ جا سکتے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''شکریہ!'' فاضل گرمانی مسکرا دیا... ویسے اسے خود پر غصہ آرہا تھا کہ کس قدر بھونڈی ترکیب سوچی تھی اس نے... جو پہلے ہی مرحلے پر ناکام ہوگئی... وہ جانے کے لیے مڑا اور بیرونی دروازے کی طرف چل پڑا... عین اس لمحے بیرونی دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوئی...

اس کی نظریں جونہی فاضل گرمانی پر پڑیں... وہ حیرت زدہ رہ گئی، اس کے اٹھتے قدم رک گئے...

☆☆☆☆☆

حویلی

پھر وہ اس کے نزدیک سے گزر کر آگے جانے لگا... ایسے میں لڑکی بول اٹھی:

''آپ... آپ کون ہیں؟''

''جی میں... میں ایک غریب... ضرورت مند... ملازمت کے سلسلے میں آیا تھا... کام نہیں بن سکا...''

''مطلب یہ کہ آپ ملازمت چاہتے ہیں... بے کار ہیں ان دنوں۔''

''جی... جی ہاں! یہی بات ہے... آپ کی تعریف؟''

''میں نواب صاحب کی بیٹی کی سہیلی ہوں... ان سے ملنے کے لیے آئی ہوں... ویسے میرا دل آپ کی مدد کرنے کے لیے بے چین ہوگیا ہے... کیا آپ کچھ دیر کے لیے انتظار گاہ میں بیٹھ سکتے ہیں۔'' لڑکی بولی۔

''کچھ دیر کیا... میں تو گھنٹوں انتظار کر سکتا ہوں۔''

''تب پھر آئیے...''

یہ کہتے ہوئے وہ لڑکی اسی دفتر کی طرف مڑ گئی... جہاں فاضل گرمانی کو بٹھایا گیا تھا... دفتر میں موجود شخص سے اس نے کہا:

''آپ ذرا انہیں بٹھائے رکھیں... میں بھی ان کے لیے کوشش کرنا چاہتی ہوں۔''

''جی... جی اچھا... لیکن نواب صاحب مانیں گے نہیں۔''

''وہ کیوں؟'' لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ ایک جعلی رقعہ لے کر آئے ہیں بے بی... انہوں نے آکر مجھے بتایا تھا کہ نواب صاحب کے ایک دوست نے ان کے نام رقعہ لکھ کر دیا ہے... اس رقعے میں ان کی سفارش کی ہے... لیکن رقعے پر جس شخص کا نام لکھا ہے... اس نام کا کوئی آدمی نواب صاحب کا دوست نہیں ہے...''

''لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے... میں وہاں رہتا ہوں... غریب آدمی ہوں، وہاں کا اگر ایک بڑا آدمی اگر یہ کہے کہ شہر میں میرے ایک دوست نواب خاور جاہ رہتے ہیں... میں ان کے نام رقعہ لکھ دیتا ہوں... اور وہ رقعہ لکھ کر مجھے دے دیں، میں وہ لے کر یہاں آجاؤں... تو اس میں دھوکے بازی میری تو نہیں ہوگی نا۔''

''بالکل ٹھیک... لیکن اس شخص کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی بھلا۔''

''میں کیا کہا سکتا ہوں... یہ تو میں اب ان سے جا کر پوچھوں گا۔''

''اس سے پہلے میں آپ کے لیے ایک کوشش کرنا چاہتی

ہوں۔''

''میں آپ کا احسان مند ہوں گا، اللہ نے آپ کو ایک دردمند دل دیا ہے۔''

''اچھی بات... آپ یہاں انتظار کریں۔''

پھر وہ لڑکی اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئی... جلد ہی فون کی گھنٹی بجی، دفتری ملازم نے فون سنا، پھر اس کی طرف منہ کر کے بولا:

''نوجوان تمہیں ملازم رکھ لیا گیا ہے... بے بی صاحبہ کی سفارش کام کر گئی... تم کل سے کام پر آسکتے ہو... ساری حویلی کی صفائی کرنا تمہارا کام ہوگا۔''

''بہت بہت شکریہ جناب! میں تو ایسی صفائی کروں گا کہ سب تعریف کرتے نظر آئیں گے۔''

''بہت خوب... اب تم جاؤ۔''

وہ وہاں سے نکل آیا... وہ خوش بھی تھا اور الجھن بھی محسوس کر رہا تھا... سوچ رہا تھا... یہ لڑکی کون ہے... جس کی بات نواب صاحب نے فوراً مان لی... جب اس کی الجھن کافی بڑھ گئی تو اس نے سر کو جھٹکا دیا اور بولا:

''دیکھا جائے گا۔''

دوسرے دن وہ حویلی پہنچ گیا... دفتری ملازم اس سے گرم جوشی سے ملا... پھر اس نے کہا:

''آؤ بھئی... پہلے نواب صاحب تم سے ملاقات کریں گے پھر میں تمہیں کام سمجھاؤں گا... ویسے تو تم خوش قسمت رہے... ورنہ نواب

صاحب ایک بار جس بات سے انکار کر دیتے ہیں... پھر نہیں مانتے...''

''وہ لڑکی کون تھی... جس نے میری سفارش کی تھی۔''

''اسی نے تو یہ کام دکھایا ہے... وہ نواب صاحب کی بیٹی کی قریبی سہیلی ہے۔''

پھر وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوا... نواب صاحب اس وقت اپنے کمرے میں تھے... اور اخبار پڑھ رہے تھے:

''نواب صاحب! میں اسے لے آیا ہوں۔''

نواب صاحب نے اخبار پر سے نظریں ہٹائیں اور اس کی طرف دیکھا:

''ٹھیک ہے... آصف جان... اسے صفائی کا کام سمجھا دو۔''

''جی اچھا۔''

عین اس وقت وہ لڑکی ایک دوسری لڑکی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی... پچھلی لڑکی اسے دیکھ کر چونک اٹھی:

''کیوں انکل! اب کیا ہوا۔''

''کچھ نہیں ہوا بیٹی... میں نے اسے دیکھا نہیں تھا... اس لیے آصف جان کو ہدایت دی تھی کہ جب یہ آئے تو اندر لے آنا...''

''اوہ اچھا... شکریہ انکل... آپ نے ان کی تنخواہ کیا مقرر کی۔''

''میرے ہاں صفائی کرنے والے کی تنخواہ پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے... کیا خیال ہے... معقول ہے۔''

''ہاں! ٹھیک ہے...''

''ٹھیک ہے آصف... تم اسے لے جاؤ... اور سارا کام سمجھا دو... اس کے کام کی نگرانی بھی اب تمہارے ذمے ہے۔''

''جی... ٹھیک ہے... آؤ میاں۔''

ان کے جانے کے بعد نواب صاحب دونوں لڑکیوں کی طرف مڑے... اسی وقت مہمان لڑکی نے کہا:

''انکل میں جا رہی ہوں... آپ کا شکریہ کہ آپ نے میرے کہنے پر اس بے چارے کو ملازمت دے دی۔''

''کوئی بات نہیں فرزانہ... تمہارے کہنے پر تو میں سو آدمیوں کو ملازمت دے سکتا ہوں۔'' نواب صاحب مسکرائے۔

''ارے باپ رے انکل... میں اتنے آدمی کہاں سے لاؤں گی۔''

نواب صاحب اور دوسری لڑکی ہنس دیے:

''اچھا شازی میں چلی۔''

''میں دروازے تک چلتی ہوں... میری خواہش پر تم رات یہیں رک گئی تھیں... تمہاری یہ مہربانی یاد رکھوں گی... انکل... آنٹی، محمود اور فاروق کو میرا اسلام کہہ دینا اور میری طرف سے ان کا بھی شکریہ ادا کر دینا۔''

''ان کا شکریہ کس سلسلے میں۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''انہوں نے تمہیں رات ٹھہرنے کی اجازت دی، اس لیے۔''

''اوہ ہاں... یہ تو ہے۔''

اور پھر دونوں باہر کی طرف چلی گئیں... فرزانہ نے

ایک نظر چاروں طرف ڈالی... مگر اختر کمال اور آصف جان نظر نہ آئے... وہ صدر دروازے کی طرف بڑھ گئی... نواب صاحب کا ڈرائیور کار لیے تیار کھڑا تھا... فرزانہ کار میں بیٹھ گئی اور شازی کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلانے لگی... شازی بھی ہاتھ ہلانے لگی... یہاں تک کہ کار موڑ مڑ گئی...

اس وقت فرزانہ نے حویلی کی طرف دیکھا... اس کی اوپر والی منزل سے اختر کمال اس کی طرف دیکھ رہا تھا... یہ دیکھ کر وہ مسکرا دی... ساتھ ہی کار ایک اور موڑ مڑ گئی... اور حویلی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

جونہی فرزانہ گھر میں داخل ہوئی... محمود اور فاروق نے اسے تیز نظروں سے گھورنا شروع کر دیا:

''رات وہاں ٹھہرنے کی ایسی کیا خاص ضرورت پیش آ گئی تھی۔''

''میں نے محسوس کیا تھا... نواب صاحب کی حویلی میں کوئی واردات ہونے والی ہے۔''

''پھر ہو گئی واردات...'' فاروق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''نہیں میرا خیال غلط نکلا۔''

''یہ سب تمہارا بہانہ تھا... بس تم شازی کے ساتھ وہاں ایک رات ٹھہرنا چاہتی تھیں۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''نہیں! یہ بات نہیں... درحقیقت وہ شخص مجھے مشکوک لگا تھا۔''

''کون مشکوک لگا تھا۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''یہ کس مشکوک آدمی کی بات ہو رہی ہے بھئی... ذرا ہم بھی تو سنیں۔'' اندر سے انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

''اوہ! میں تو بھول ہی گئی... آج اتوار ہے...''

''چلو شکر ہے... تمہیں یہ بات یاد آ گئی... لیکن ادھر ادھر کی بات کر کے تم اصل بات کو چھپا نہیں سکو گی...''

''اصل بات... کون سی اصل بات۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''وہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔''

''جس وقت میں وہاں پہنچی تھی... عین اس وقت اندر سے ایک شخص باہر آ رہا تھا... وہ مجھے کچھ مشکوک سا لگا... پتا کیا کہ ملازمت کے لیے آیا تھا... لیکن اس کے پاس جو رقعہ تھا... وہ فرضی تھا۔''

''فرضی رقعہ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''یہ بات سن کر مجھے اور شک گزرا... لہٰذا میں نے سوچا... اسے دیکھ لینا چاہیے... اور دیکھ لینے کا طریقہ یہ ذہن میں آیا کہ اسے ملازمت دلوا دی جائے۔''

''حد ہو گئی...''

''دھت تیرے کی... اسے کہتے ہیں آ بیل مجھے مار... مشکوک آدمی سے نجات مل رہی تھی... اسے ملازمت دلوا دی... حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر نواب انکل اسے ملازمت دے رہے تھے تو انہیں روک دیا جاتا کہ یہ آدمی ٹھیک نہیں لگتا۔'' محمود نے تلملاتے ہوئے انداز میں جلدی جلدی کہا۔

''بالکل ٹھیک... یہی میں کہنے والا تھا... فرزانہ نے بالکل غلط کام کیا... اسے ملازمت دلوا کر۔'' فاروق نے بھی تائید کی۔

''بھئی پہلے اس سے یہ تو پوچھ لو... اسے ملازمت مل گئی ہے یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ہاں! میں نے اسے ملازمت دلوا دی۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''لگتا ہے... تمہاری عقل اس وقت گھاس چرنے چلی گئی تھی۔''

فرزانہ کچھ نہ بولی... بس اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا... جیسے ان کا خیال جاننے کی خواہش مند ہو۔

''فرزانہ پہلے تم ذرا ساری بات تفصیل سے سناؤ... اسے دیکھ کر تمہیں کیا محسوس ہوا تھا... وغیرہ اور اس کا حلیہ بھی بتاؤ۔''

فرزانہ نے تفصیل سنا دی... انسپکٹر جمشید پکار اٹھے:

''تب تو تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے اسے ملازمت دلوا کر... زبردست... بالکل شان دار۔''

''جی... یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''اور تم تینوں فوری طور پر میک اپ کر لو... میں بھی حلیہ تبدیل کیے دے رہا ہوں... ہم دو گھنٹے بعد نواب صاحب کے ہاں جا رہے ہیں۔''

''یہ ایک اور رہی... یعنی بیٹھے بٹھائے... آ بیل مجھے مار۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

اور وہ ہنس دیئے... پھر اچھل کر کھڑے ہو گئے... اب چاروں اپنے حلیے تبدیل کر رہے تھے... پھر دو گھنٹے بعد وہ گھر سے نکل رہے تھے... اور کچھ دیر بعد حویلی کے دروازے پر پہنچ چکے تھے:

☆☆☆☆☆

مشورہ

دروازے پر موجود پہرے دار نے انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا... شاید اس لیے کہ اس حلیے کے لوگ پہلے کبھی حویلی کے دروازے پر نہیں آئے تھے:

''کون ہیں آپ لوگ... اور کس سے ملنا چاہتے ہیں۔'' اس کا لہجہ اکھڑ تھا۔

''ہم... کون ہیں ہم۔'' ان میں سے بڑی عمر کے مرد نے حیران ہو کر کہا۔

''پپ پتا نہیں... ہم کون ہیں... یہ تو کسی سے پوچھ کر بتانا پڑے گا... ارے ہاں... کیوں نہ ہم آپس میں پوچھ لیں۔''

''چلیے... آپس میں پوچھ کر بتا دیجیے۔'' پہرے دار نے منہ بنایا۔

اب وہ لوگ آپس میں کھسر پسر کرنے لگے...

''کیوں بھئی کون ہیں ہم لوگ؟''

''پپ... پتا نہیں... کچھ یاد نہیں آ رہا... ویسے ہم کوئی نہ کوئی

ہیں ضرور۔''

''ہاں! اتنی بات تو خیر ہے... ویسے یاد کرنے کی کوشش کرو... آخر ہم کون ہیں... ارے ہاں یاد آیا... ہم تو بولان فیملی ہیں۔'' مرد نے چونک کر کہا۔

''بب... بولان فیملی۔'' ایک لڑکے کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! اور کیا... ہم بالکل بولان فیملی ہیں... اس میں شک والی بات ایک فیصد بھی نہیں۔''

''تو آپ اپنے کارڈ پر دیکھ کر بتا دیں نا... کہ ہم کون ہیں... یوں بھی اندر بھیجنے کے لیے کارڈ تو نکالنا ہوگا۔'' دوسرا لڑکا بولا۔

''بہت خوب! بہت زبردست... کیا خوب بات یاد دلائی...'' مرد نے چہک کر کہا۔

''آپ... آپ لوگ عجیب ہیں... آپ کو اتنا بھی یاد نہیں کہ آپ کون ہیں۔''

''بھئی بھول ہو جاتی ہے...'' مرد نے منہ بنایا... اتنی دیر میں وہ کارڈ نکال چکا تھا... اس نے کارڈ پڑھا پھر چونک کر بولا:

''اب یاد آیا... ہم تو وہ ہیں... یعنی نواب وجاہت علی خان بہادر۔''

''اتنا لمبا نام۔'' پہرے دار نے حیران ہو کر کہا۔

''ہمارا نام ہے... آپ کو کیا... آپ نواب خاور جاہ صاحب کو ہمارا نام بتائیں... اور انہیں بتائیں... ہمارے پاس ایک عدد رقعہ بھی ہے۔''

''رقعہ! کیا مطلب۔''

''اے لو... ان بے چارے کو تو رقعے کا مطلب بھی نہیں آتا... بھئی رقعے کا مطلب ہے... خط... نواب صاحب کے کسی دوست کا خط لائے ہیں ہم لوگ... ویسے تو ہمارا اپنا نام بھی تعارف کے لیے کافی ہے۔'' نواب وجاہت علی نے اکڑ کر کہا۔

''اچھی بات ہے... آپ اندر چل کر بائیں طرف انتظار گاہ میں بیٹھ جائیں... ہم نواب صاحب کو اطلاع بھجواتے ہیں۔''

''شکریہ!''

اور پھر انہیں اندر بٹھا دیا گیا... آصف جاہ ان کا کارڈ اور رقعہ لے کر اندر چلا گیا... جلد ہی وہ تقریباً دوڑتا ہوا آیا... وہ بری طرح ہانپ رہا تھا... نزدیک آتے ہی بولا:

''چلیے صاحب... چلیے... نواب صاحب ہم پر بگڑ رہے ہیں... اگرچہ ہمارا ایک فیصد بھی قصور نہیں... اب ہمیں کیا معلوم کہ آپ کتنے اہم آدمی کا رقعہ لائے ہیں۔''

''لیکن ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہا۔'' ایک لڑکا بولا۔

''اوہو! آپ نے تو سنا نہیں کیا... وہ تو نواب صاحب ہم پر تیز ہو رہے ہیں کہ انہیں سیدھا اندر کیوں نہیں لے آئے... وہ میرے سب سے عزیز دوست نواب خان بھابڑا کا رقعہ لائے ہیں۔''

''نواب خان بھابڑا... یہ... یہ کون صاحب ہیں۔'' لڑکی نے حیران ہو کر کہا۔

''حد ہو گئی... رقعہ آپ لے کر آئے ہیں اور پوچھ مجھ سے رہیں

کہ یہ کون صاحب ہیں... جس کا ہم رقعہ لے کر آئے ہیں۔''

''اوہ اچھا... آپ رقعے والے نواب صاحب کی بات کر رہے ہیں... ہاں ٹھیک تو ہے... نواب خان بھابڑا تو نواب صاحب کے بہت گہرے دوست ہیں... بلکہ یوں کہہ لیں کہ لنگوٹیے یار ہیں... اور اس سلسلے میں کیا کہا جا سکتا ہے بھلا... تم بتاؤ عائشہ...''

''جی ابا جان... دانت کاٹی روٹی اور پگڑی بدل دوست ہیں... لیکن میرا خیال ہے... نواب صاحب نے کبھی پگڑی تو نہیں باندھی ہو گی۔''

''تو کیا ہوا... بھئی اب باندھ لیں گے... آخر پگڑی بدل دوست جو کہلوانا ہے خود کو۔''

''اوہو... ہماری تو آ جائے گی... شامت...'' آصف جان نے بوکھلا کر کہا۔

''اچھا... خیر کوئی بات نہیں... اس سے بھی کر لیں گے ملاقات۔''

''کک... کس سے۔'' چھوٹا لڑکا بول اٹھا۔

''بھئی شامت سے اور کس سے۔'' دوسرا لڑکا بول اٹھا۔

''حد ہو گئی۔'' عائشہ جھلا اٹھی۔

''اُف... میں مارا جاؤں گا... نواب صاحب مجھے ملازمت سے فارغ کر دیں گے۔''

''ارے باپ رے... نن نہیں... نہیں۔'' مارے خوف کے چھوٹا لڑکا بولا۔

''کک... کیا ہوا علی۔''

''نواب صاحب شدت سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ ہیں کہ دیر کیے جا رہے ہیں... چلیے صاحب... خدا کے لیے چلیے... آپ کو نہیں معلوم وہ کس قدر جلالی طبیعت کے مالک ہیں۔''

''اوہ ارے باپ رے... مم... مارے گئے پھر تو۔'' علی کانپ گیا۔

''اوہو جناب! آپ کیوں کانپنے لگے... وہ آپ پر نہیں... ہم پر بگڑیں گے کہ آپ کو ان تک پہنچانے میں اتنی دیر کیوں لگائی... جب کہ دیر آپ لگا رہے ہیں۔''

''اوہ! یہ بات ہے... چلیے پھر... ویسے آپ فکر نہ کریں... ہم انہیں آپ پر نہیں بگڑنے دیں گے۔''

''چلیے... چلیے۔''

اور پھر وہ اس کے ساتھ تیز تیز چلتے نواب صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے... نواب اپنے بستر پر نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھے... ان کے اندر داخل ہونے کا بھی انہیں پتا نہ چلا، آخر انہیں کھنکارنا پڑا... تب وہ چونکے... اور گھبرا کر بولے:

''ہائیں... کون لوگ ہیں آپ؟''

''بولان فیملی۔''

''بب... بولان فیملی۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''بب بولان نہیں... صرف بولان۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''وہی وہی...''

''نواب صاحب! یہ وہی لوگ ہیں... جن کے لیے میں نے ابھی آپ سے اجازت لی ہے... اور ان کے پاس آپ کے کسی دوست کا رقعہ ہے۔''

''اوہ اچھا... آئیے... تشریف رکھیے... اور آصف تم ذرا ان کے لیے چائے وغیرہ کا بندوبست کرو۔''

''جی نہیں۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''جی نہیں... کیا جی نہیں... میرا مطلب ہے آپ نے کس سلسلے میں جی نہیں کہا ہے۔'' نواب صاحب کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی... چائے کے سلسلے میں... دراصل ابھی ہمارا چائے کا وقت نہیں ہوا... اور جب تک اس کا وقت نہیں ہو جاتا... ہم چائے نہیں پی سکتے۔''

''وہ مارا!'' نواب صاحب اچھل کر سیدھے ہو گئے... اور آصف کی طرف دیکھ کر بولے:

''تم نے سنا آصف جان... یہ ہے وہ اصول... جو میں برابر تم لوگوں کو بتاتا رہتا ہوں... لیکن تم نے آج تک... اس پر عمل نہیں کیا... جب دیکھو چائے پی جا رہی ہے... اور بھلا آپ کے چائے کے اوقات کیا ہیں۔''

''چوبیس گھنٹے میں صرف دو بار... صبح ناشتے کے وقت اور شام عصر کی نماز کے بعد۔''

''خوب خوب... بلکہ بہت خوب! میں بھی صرف دو بار چائے پیتا ہوں... ایک بار ناشتے کے وقت... دوسری مرتبہ شام پانچ بجے۔''

''اچھا...... آپ لوگ ہیں کون۔''

''ہم آپ کے مہمان ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''یہ تو وہی بات ہوگئی... مان نہ مان میں تیرا مہمان۔''

''اگر آپ کو ہم بن بلائے مہمان لگے ہیں تو ہم ابھی اور اسی وقت چلے جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے... وہ رقعہ کہاں ہے۔''

انہوں نے رقعہ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا... وہ رقعہ پڑھنے لگے... اور پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''ارے باپ رے... یہ تو میرے سب سے قریبی دوست کا رقعہ ہے... خان بھا بڑا تو میرا لنگوٹیا یار ہے... اس کے بھیجے ہوئے مہمان میرے سر آنکھوں پر... میرے سر کے تاج... یہ ساری حویلی آج سے آپ لوگوں کی... جہاں جی چاہے رہیں... جو جی چاہے کھائیں پئیں... اور جو جی چاہے کریں... پہلے آپ لوگ کچھ دیر آرام کرلیں... غسل کرلیں... پھر ہم شام کی چائے پئیں گے اور اس وقت میں گھر کے ملازمین سے آپ لوگوں کا تعارف کرادوں گا... ملازمین کو بتادوں گا کہ آپ لوگوں کا اس گھر میں کیا مرتبہ ہے...''

''میرے خیال میں آپ مرتبے وتبے کی بات رہنے دیں... بس انہیں اتنا بتادیں کہ ہم اس گھر میں مہمان ہیں... اور جہاں چاہیں، آجاسکتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''آپ لوگ بے شک جہاں چاہیں آجاسکتے ہیں عبداللہ فاروقی صاحب...''

''بہت شکریہ آپ کا...'' انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

''اچھی بات ہے... آپ لوگ جائیں... آصف جان انہیں مہمان خانے میں پہنچادو... تاکہ یہ کچھ دیر آرام کرلیں... اب ان سے ملاقات شام کی چائے پر ہوگی۔''

''بہت بہتر نواب!''

اور پھر شام کی چائے پر نواب صاحب نے گھر کے ملازمین کو بلوا لیا... ان میں ایک تو وہی آصف جان تھا... اس کا تعلق تو صرف آنے والے کی ملاقات نواب صاحب سے کرانا تھا... حویلی میں دو مالی تھے... ان کے نام عبدالغفور اور عبدالشکور تھے۔ دونوں سگے بھائی تھے اور نواب صاحب انہیں ایمان دار خیال کرتے تھے... پھر دو باورچی تھے... ان کے نام کالے خان مراد آباد اور نعیم احسان معذور تھے... ان کے علاوہ وہ نیا ملازم تھا... جسے صفائی کے لیے رکھا گیا تھا... اس کا نام اختر کمال تھا... اور خاص طور پر وہ اسی کے لیے یہاں آئے تھے... فرزانہ کی نظروں میں یہ شخص مشکوک تھا... اور فرزانہ کا شک کوئی معمولی شک نہیں تھا... اسی لیے تو انہوں نے فوری طور پر یہاں آنے کی کی تھی... گویا ان کے یہاں آنے کا سبب یہی شخص بنا تھا۔ انہوں نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا اور سر ہلا دیے... گویا وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ واقعی یہ شخص مشکوک ہے...

اسی وقت نواب صاحب کے بچے وہاں آگئے... دو تھے۔ ایک لڑکا، ایک لڑکی... دونوں خوب صورت بچے تھے... 14,13 کے آس پاس عمریں رہی ہوں گی... دیکھنے میں بہت سیدھے اور شریف لگتے

تھے... جب ان کا تعارف ان سے کرایا گیا تو بڑے نے کہا:

''یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ چند دن یہاں رہیں گے... ہم آپ کی مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔''

''بہت بہت شکریہ!'' وہ مسکرا دیے۔

ادھر انسپکٹر جمشید اس دوران بہت غور سے اختر کمال کا جائزہ لے چکے تھے اور یہ خیال قائم کر چکے تھے... کہ فرزانہ کا خیال غلط نہیں ہے... یہ شخص جو یہاں ملازم ہوا ہے تو اس میں ضرور کوئی چکر ہے... تاہم انہوں نے زیادہ دیر تک اس کی طرف نہیں دیکھا کہ کہیں اسے شک نہ ہو جائے۔ بس انہوں نے یہ پوچھا:

''اور یہ صاحب یہاں کیا کرتے ہیں۔''

''صفائی کا کام ان کے ذمے ہے۔''

''اوہ اچھا۔''

پھر تعارف کا سلسلہ ختم ہوا... چائے کے بعد وہ مہمان خانے میں آ گئے...

''اب آپ کیا کہتے ہیں۔'' فرزانہ بول اٹھی۔

''تمہارے خیال کی تائید کرتا ہوں۔'' وہ مسکرائے۔

''شکریہ ابا جان۔''

''پھر اب کیا پروگرام ہے۔''

''بس! ہم اپنا کام شروع کر رہے ہیں۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے اپنے ایک خفیہ کارکن سے فون پر رابطہ کیا... اسے چند ہدایات دیں اور فون بند کر دیا... یہ ہدایات خفیہ الفاظ

میں تھیں... اب وہ ان کی طرف مڑے اور بولے:

''تم حویلی میں گھومو، پھرو اور خاص طور پر اس کی طرف توجہ دو... میں اپنے طور پر نظر رکھوں گا اور اپنے اصلی ناموں سے ایک دوسرے کو ہرگز نہ مخاطب کرو۔'' انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

''آپ فکر نہ کریں۔''

''ویسے میرا خیال ہے... ابھی تک اسے ہم پر شک نہیں ہوا۔''

''اللہ کرے ہو بھی نہ۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

سب مسکرا دیے...

''اور آج رات ہم لوگ جاگ کر گزاریں گے... کیونکہ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔''

''لیجیے... آپ تو خطرہ بھی محسوس کرنے لگے...'' فاروق۔ بوکھلا کر کہا۔

''تو ہم نواب صاحب سے کیوں نہ پوچھ لیں... کیا انہیں ک قسم کا کوئی خطرہ ہے؟'' فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

''یہ نہ بھولو... ہم یہاں اصل حقیقت سے نہیں آئے... فی الحال ہم کچھ نہیں پوچھ سکتے... البتہ چوکنے رہیں گے...''

''ہوں... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

وہ رات خیریت سے گزر گئی... کچھ بھی نہ ہوا... ان کا خیال غلط ثابت ہوا... دوسرے دن ناشتے کی میز پر انسپکٹر جمشید نواب صاحب کو ٹٹولنے کا فیصلہ کر چکے تھے... چنانچہ انہوں نے کہا:

''آپ کسی قسم کا خطرہ تو محسوس نہیں کر رہے؟''

''کک... کیا مطلب؟'' وہ زور سے اچھلے۔

''ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے... جیسے اس گھر پر خطرات کے سائے منڈلا رہے ہیں۔''

''آپ تو مجھے ڈرائے دے رہے ہیں۔'' نواب صاحب نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''دیکھیے... اگر کوئی بات ہے... تو آپ اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں... پولیس کی مدد لے لیں...''

''آخر آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ میں یا میرا گھر خطرے میں ہے۔''

''جی... بس اب میں کیا بتائیں... بعض باتیں ہمیں انجانے طریقے سے معلوم ہو جاتی ہے۔'' فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

''ان جانے طریقے سے... کیا مطلب... کیا آپ لوگوں کے قبضے میں جنات ہیں... مہربانی فرما کر مجھے ڈرائیں نہ۔''

''ارے باپ رے... اس قدر خوفناک باتیں نہ کریں...'' وہ کانپ گئے۔

''اگر آپ کہتے ہیں تو نہیں کریں گے اس قسم کی باتیں...''

''ہاں بس... مجھے ڈرائیں نہ...''

''چلیے... آپ ایک مشورہ تو مان ہی سکتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''مشورہ سننے میں کوئی حرج نہیں... باقی رہی بات ماننے ماننے کی... سنے بغیر کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''ہمارا مشورہ ہے... گھر کی تمام قیمتی چیزیں بنک کے لاکر میں رکھ دیں۔''

''اُف مالک... آپ مجھے ڈرا کر دم لیں گے۔''

''اس میں آپ کا نقصان کیا ہے۔''

''اچھی بات ہے... میں یہ مشورہ مانے لیتا ہوں... لیکن یہ کام بھی تو اب صبح سے پہلے نہیں ہو سکے گا۔''

''اوہ ہاں واقعی... چلیے خیر... اتنا ہی بہت ہے...''

''اور میں وعدہ کرتا ہوں... صبح آپ کے مشورے پر عمل کر ڈالوں گا۔''

''او کے... آج رات کی ذمے داری ہم لے لیتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''کیا مطلب... میں سمجھا نہیں۔''

''مطلب یہ کہ آج رات ہم جاگ کر گزاریں گے۔''

''آپ... آپ لوگ میرے لیے یہ کریں گے۔'' نواب صاحب کے لہجے میں حیرت ہی حیرت در آئی۔

''ہاں کیوں نہیں! آپ ہمارے دوست کے دوست ہیں... اور پھر اس وقت اس گھر میں مہمان ہیں... آپ کی کوئی خدمت کر کے مجھے خوشی ہوگی۔''

''اچھی بات ہے... آپ ایسا کر لیں... لیکن میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہاں دور دور تک کوئی خطرہ نہیں ہے... آپ لوگوں کو وہم ہوا ہے۔''

''کوئی بات نہیں... صبح ہمارا وہم دور ہو جائے گا... اگر کوئی واقعہ نہ ہوا۔''

''چلیے ٹھیک ہے۔'' نواب صاحب مسکرائے۔

اور پھر وہ رات انہوں نے باری باری جاگ کر گزاری... تمام رات خیریت سے گزر گئی... کچھ بھی نہ ہوا... ناشتے کی میز پر نواب کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی... انہوں نے کہا:

''کیوں بھئی... رات کو تو پھر کچھ بھی نہیں ہوا۔''

''ہاں نواب صاحب... یہی بات ہے، لیکن ہم اب بھی یہی کہیں گے... کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا... لہٰذا آپ تمام تر قیمتی چیزیں بنک لاکر میں رکھ دیں۔''

''میں آپ کی بات مانے لیتا ہوں... ورنہ میں اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔''

''اچھی بات ہے... ہماری بات مان کر ہی آپ ایسا کر لیں۔''

انہوں نے سر ہلا دیا... ناشتے سے فارغ ہو کر وہ اپنے کمرے میں آ گئے...

''اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

''شاید ہمیں وہم ہو گیا ہے... دوسری بات آج تو نواب صاحب قیمتی چیزیں بنک میں رکھ ہی دیں گے... لہٰذا ہم بھی آج بے فکری سے سوئیں گے۔''

''لیکن ہم براہِ راست اُسے کیوں نہیں ٹٹول لیتے۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا... اصل آدمی پھر ہاتھ نہیں آئے گا... وہ ہوشیار ہو جائے گا... اور صرف اختر کمال یا جو کچھ بھی اس کا نام ہے... ہی ہمارے ہاتھ آئے گا... اس سے بھلا کیا فائدہ ہو گا... کہنے کا مطلب یہ کہ تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو... اختر کمال کو پکڑنا ہوتا تو یہ کام ہم بہت پہلے کر سکتے تھے...''

''پھر آخر آپ کیا کریں گے۔''

''ہم صرف اس کی نگرانی کریں گے... وہ بھی غیر محسوس طور پر۔''

''جی اچھا... جیسے آپ کی مرضی۔''

''ایک بات اور ابا جان... آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اصل آدمی کوئی اور ہے... گویا یہاں موجود شخص... جو اپنا نام اختر کمال بتاتا ہے، وہ کسی کے لیے کام کر رہا ہے...''

''ہاں! میرا خیال یہی ہے... لیکن اس خیال کی وجہ میرے پاس کوئی نہیں۔''

''اچھی بات ہے... ہم وہی کریں گے... جو آپ کہیں گے...''

''میں آج رات پھر جاگ کر یہ دیکھوں گا کہ وہ کچھ کرتا ہے یا نہیں۔''

''لو بھئی! یہ رات بھی گئی۔'' فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

''رات تو ہے ہی گزر جانے کے لیے...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

وہ رات بھی انہوں نے آنکھوں میں کاٹی ... اور اس رات بھی کچھ نہ ہوا ... آخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اختر کمال غلط آدمی نہیں ہے ... ہمیں وہم ہو گیا ہے ... چنانچہ انہوں نے واپسی کی ٹھانی ... اب وہ اور یہاں کیا کرتے ... نواب صاحب سے اجازت لینے کے لیے وہ ان کے کمرے میں آئے۔ ان کی بات سن کر وہ بولے:

''آپ لوگوں کے ساتھ وقت اچھا گزرا ... آپ کا جب جی چاہے ... یہاں آسکتے ہیں ... امید ہے ... آپ لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہوگی ... ارے ... یہ ... یہ کیا؟''

مارے حیرت اور خوف کے نواب صاحب کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

گل دان

انہوں نے دیکھا ... ان کی نظریں آتش دان پر رکھے ایک خوب صورت گل دان پر جمی تھیں ... وہ پلکیں تک نہیں جھپک رہے تھے:

''آپ کو اس گل دان کی یہاں موجودگی پر حیرت ہے ... یا کوئی اور بات ہے۔''

''یہی بات ہے ... یہ گل دان میں نہیں لایا ... اور اس پر میری نظر پڑی بھی اسی وقت ہے ... آپ کی باتیں سننے کے بعد جونہی میری نظریں اس پر پڑیں ... میں ڈر گیا۔''

''اب ہمیں اپنا ارادہ تبدیل کرنا پڑے گا ...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ یا آپ کا گھر خطرے میں ہے ...''

''ہمارا رک جانا ہی بہتر رہے گا ... کیوں بھئی ... تم کیا کہتے ہو۔''

''جیسے آپ کی مرضی۔'' تینوں ایک ساتھ بولے۔

''ویسے بھی دو دن بعد یہاں ایک پارٹی ہے... میرے تمام دوست اس پارٹی میں شرکت کر رہے ہیں... لہٰذا آپ کو بھی اس پارٹی میں شرکت کرنی چاہیے۔'' نواب صاحب بولے۔

''آپ نے پہلے تو ذکر نہیں کیا۔''

''میں بھول گیا... معذرت...''

''خیر کوئی بات نہیں... پہلے تو ہم اس گل دان کو معاملہ صاف کر لیں... آپ اپنے گھر کے افراد اور ملازمین سے پوچھ لیں... ان میں سے تو کوئی نہیں لایا۔''

''اچھی بات ہے۔''

یہ کہہ کر نواب صاحب باہر نکل گئے:

''جب تک آتے ہیں... ہم اس کا جائزہ لے لیں۔''

''مم... مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے.. کہیں اس میں کوئی بم نہ چھپایا گیا ہو۔''

''ابھی چیک کر لیتے ہیں۔''

انسپکٹر جمشید نے پنسل نما ایک آلہ نکال کر اس گل دان کو چھوا... کچھ بھی نہ ہوا... اب انہوں نے گل دان کو اٹھا کر اس کے پھول وغیرہ نکال کر دیکھے... لیکن کوئی ایسی ویسی چیز نظر نہ آئی... آخر انہوں نے فوری طور پر پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر ان کی چہکتی آواز سنائی دی:

''کوئی رنگین پروگرام ہے کیا...'' پروفیسر داؤد چہک

کر بولے۔

''جی نہیں... آپ بس نواب خاور جاہ کی حویلی پر آ جائیں... اور خان رحمان کو بھی ساتھ لے آئیں۔''

''اچھی بات ہے جمشید... لیکن ہم وہاں آ کر بتائیں گے کیا... ہماری تو ان سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔''

''آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں... ہم پہلے ہی نواب صاحب کو بتا چکے ہیں کہ اپنے دوستوں کو اس سلسلے میں بلا رہے ہیں... یوں بھی ہم آپ کے استقبال کے لیے حویلی کے دروازے پر آ کر بیٹھ رہے ہیں... یعنی اندر کی طرف۔''

''ارے نہیں... اس زحمت کی کیا ضرورت ہے جمشید۔'' پروفیسر داؤد گھبرا کر بولے۔

''آپ بس آ جائیں... دروازے پر ہم آپ سے چند باتیں کر لیں گے نا۔''

''اچھی بات ہے... جیسے تمہاری مرضی... ہم جلد سے جلد آنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

انہوں نے فون بند کر دیا اور تینوں کو ساتھ لیے دروازے کے پاس اندر کی طرف لان میں بیٹھ گئے...

''شاید ہم یہاں وقت ضائع کر رہے ہیں۔'' فرزانہ کی آواز میں اکتاہٹ تھی۔

''اب جب تک اس گل دان کا معائنہ نہیں ہو جاتا... کچھ نہیں کہا جا سکتا... اس کے بعد اپنا راستہ لیں گے...''

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی... چاروں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا...

''اتنی جلدی تو وہ نہیں آسکتے... یہ کوئی اور ہے۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھے اور دروازہ کھول دیا... دروازے پر موجود شخص کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... اور اس شخص کی ایک چیز پر نظر پڑنے پر تو انسپکٹر جمشید کی اپنے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی سنائی دینے لگیں... پھر وہ اس کی طرف بڑھے:

☆☆☆☆☆

یہ خالی نہیں

اسی عمارت کے اسی کمرے میں، وہ آج پھر جمع تھے... اچانک آواز ابھری:

''ہاں تو فاضل گرمانی... کیا میں تمہاری طرف سے بالکل مایوس ہو جاؤں... اور یہ کام کسی اور کے ذمے لگاؤں۔''

''سر! آپ کو حالات معلوم نہیں۔'' فاضل نے پرسکون انداز میں کہا۔

''کیا مطلب؟'' چونک کر پوچھا گیا۔

''میں نے وہاں ملازمت حاصل کر لی... کیا یہ میری کامیابی نہیں۔''

''لیکن اس کامیابی سے ہوا کیا؟'' باس کی آواز ابھری۔

''میں ہر طرف آپ کی پسندیدہ چیز تلاش کر چکا ہوں...''

''اس سے فائدہ کیا ہوا؟''

''اس میں شک نہیں کہ ابھی تک ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے... لیکن میں بالکل مایوس نہیں ہوں... کامیابی یقینی ہے... اور شاید

میں اس وقت تک کامیاب ہو چکا ہوتا... لیکن ان چار پراسرار مہمانوں کی
وجہ سے میں نے دم سادھ لیا ہے۔''

''دم سادھ لیا ہے... چار پراسرار مہمانوں کی وجہ سے... یہ کیا
بات ہوئی بھلا۔'' باس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

''یہی بات ہے باس... ادھر میں وہاں ملازم ہوا، ادھر ایک
دن بعد ہی وہ چار مہمان آگئے... مجھے دال میں کچھ کالا نظر آیا تو میں نے
اپنی حرکات وسکنات روک دیں۔''

''اوہو... بھائی کوئی مہمان آتا ہے تو آیا کرے... اب اس کا
یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اپنے کام روک دیں۔''

''میں نے صرف کام روکا ہے... یہ نہیں کہ کرنے کا ارادہ بالکل
ترک کر دیا ہے، جی نہیں... میں ہمیشہ پہلے تیل دیکھتا ہوں... تیل کی دھار
دیکھتا ہوں...''

''میں کچھ نہیں سمجھتا... تیل دیکھو... چاہے کچھ دیکھو... تم
صرف یہ بتاؤ... کام کیوں نہیں ہوا اب تک۔''

''میں نے بتایا تو ہے باس... وہ پراسرار مہمان میرے دل و
دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجا رہے ہیں۔''

''میں خطرے کی گھنٹیوں کو نہیں مانتا... مجھے تو کامیابی کی خبر
چاہیے۔''

''تب پھر سن لیں... کامیاب تو میں ہو جاؤں گا... لیکن اس
کے پیچھے مجھے جیل جانا پڑے گا...''

''کیا مطلب... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ میں بھی

جیل جاؤں گا۔'' بھنائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

''نہیں باس! مجھ میں اتنی جرأت کہاں... جیل صرف میں
جاؤں گا... آپ کو تو آپ کی چیزیں مل جائے گی... اور چونکہ آپ کے
بارے میں ہم میں سے کسی کو کچھ معلوم نہیں... لہٰذا آپ تو صاف بچ جائیں
گے... میں مارا جاؤں گا۔''

''تو مارے جاؤ... مجھے کیا... میں نے تم لوگوں کو رکھا کس لیے
ہے... اس قدر لمبی چوڑی تنخواہیں کس لیے دیتا ہوں... میں کامیابی کا لفظ
پسند کروں گا اور بس... اب تم جانو تمہارا کام جانے... اگر خطرہ محسوس کر
رہے ہو اور یہ کام نہیں کر سکتے تو اس صورت میں صاف انکار کر دو... میں
تمہاری جگہ جیلے یا لنگڑے کو بھیج دیتا ہوں۔''

''نن نہیں باس نہیں... میں ہی اس کام کو کروں گا...'' اس
نے گھبرا کر کہا... کیونکہ اس کی جگہ کسی اور کو بھیجنے کا مطلب یہ تھا کہ اسے
موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

''بس گھبرا گئے... اب جاؤ... میں تمہیں دو دن کی مہلت دیتا
ہوں۔''

''دو دن کی نہیں باس... تین دن کی... آج سے تین دن بعد
نواب خاور جاہ کے بڑے بیٹے کی سالگرہ ہے... بہت بڑی پارٹی دی جا
رہی ہے... بس میں اس پارٹی کے دوران اپنا کام کرنے کی کوشش کروں
گا... اگرچہ میں ابھی تک یہ نہیں جان سکا کہ آپ کی چیز کہاں ہے؟''

''سراغ لگا لو... ابھی تمہارے پاس تین دن ہیں۔'' باس کی نا
خوش گوار آواز سنائی دی۔

''اچھا باس! اب فاضل گرمانی کر بھی کیا سکتا ہے... نہ کروں تو ادھر موت ہے۔ کروں تو ادھر موت ہے۔''

''اور میں کہتا ہوں... یہ صرف تمہارا وہم ہے، اس طرف تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''کاش ایسا ہی ہو...'' اس نے فوراً کہا۔

''اب بس! آج کی میٹنگ میں اتنا ہی کافی ہے... تین دن بعد ملاقات ہوگی... اور اس دن تم خالی ہاتھ نہیں آؤ گے...''

''او کے باس۔'' فاضل گرمانی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''دھمکی دے رہے ہو؟'' سرد آواز ابھری۔

''میری یہ مجال...'' وہ بولا۔

''اب بس۔''

اور تمام کارکن اٹھ کر باہر نکل گئے... دروازہ بند ہوگیا...

فاضل گرمانی واپس کوٹھی پہنچا تو چاروں مہمان گیٹ کے ساتھ ہی بیٹھے نظر آئے... جونہی وہ اندر داخل ہوا، ان چاروں کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں... پھر انسپکٹر جمشید کی آواز بلند ہوئی:

''مسٹر اختر کمال یہی نام ہے نا آپ کا۔''

''جی... جی ہاں۔''

''آپ کو پتا ہے... ہم یہاں مہمان ہیں۔''

''جی بالکل جانتا ہوں سر۔''

''آپ یہ بھی جانتے ہیں، ہم مہمان خانے میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔''

''جی بالکل...''

''پھر! آپ نے مہمان خانے کی صفائی کیوں نہیں کی۔''

''اوہ... وہ... وہ میں بھول گیا۔''

''آپ ابھی اور اسی وقت جا کر صفائی کریں... ورنہ ہم نواب صاحب سے کہہ کر آپ کو فارغ کروا دیں گے۔''

''نن... نہیں... سر... ایسا نہ کریں... میں ابھی صفائی کر آتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے... ہم یہیں بیٹھے ہیں... آپ پہلے مہمان خانے کی صفائی کر دیں... کیونکہ ہمارے دو دوست یہاں آنے والے ہیں۔''

''جی اچھا... ابھی لیجیے۔''

یہ کہہ کر وہ چلا اندر کی طرف... انسپکٹر جمشید پکار اٹھے:

''یہ کیا... آپ تو اندر جا رہے ہیں... میں نے آپ سے کہا ہے کہ پہلے مہمان خانے کی صفائی کر دیں۔''

''میں نواب صاحب سے دو گھنٹے کی چھٹی لے کر گیا تھا... انہیں بتا دیتا ہوں کہ میں آ گیا ہوں۔''

''انہیں ہم بتا دیں گے...'' انسپکٹر جمشید کا لہجہ سخت ہوگیا۔

عین اس وقت نواب خاور جاہ باہر آتے نظر آئے:

''لو وہ آ گئے نواب صاحب... اب تم انہیں بتا دو جو بتانا چاہتے ہو اور جو ہم نے کہا ہے، وہ کرو۔''

''جج... جی اچھا۔'' یہ کہہ کر وہ نواب صاحب کی طرف

بڑھا... انسپکٹر جمشید کی نظریں برابر اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

''نواب صاحب! میں آگیا ہوں۔''

''مہمانوں نے تم سے کچھ کہا ہے؟'' وہ ناخوش گوار لہجے میں بولے۔

''جی... جی ہاں... وہ دراصل آج میں مہمان خانے کی صفائی کرنا بھول گیا تھا... یہ کہہ رہے تھے کہ پہلے وہاں کی صفائی کر دوں جب کہ میں پہلے آپ کو اپنی آمد کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔''

''بھاڑ میں گئی تمہاری آمد... پہلے وہ کرو جو مہمان کہہ رہے ہیں۔''

''جی اچھا۔''

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھانے لگا:

''محمود... تم اس کے پیچھے جاؤ... یہ صفائی میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔''

''جی اچھا!''

''اس کی ضرورت نہیں... وہ صفائی ٹھیک نہیں کرے گا تو میں اسے ملازمت سے نکال باہر کروں گا۔''

''ارے نہیں... ایسا کرنے کی ضرورت نہیں... جاؤ محمود... تم نے سنا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا اور ساتھ میں اسے آنکھوں سے اشارہ بھی کیا:

اب محمود سمجھا کہ وہ اسے کیوں بھیج رہے ہیں... اس نے تیز تیز قدم اٹھا دیے... اور آخر اس کمرے میں آگیا جس میں اختر کمال صفائی کر

رہا تھا... اس نے فوراً ہی بھانپ لیا کہ وہ صفائی کے کام میں بالکل اناڑی ہے... ادھر اس نے محمود کو اندر داخل ہوتے دیکھ لیا۔

''آپ... آپ کس لیے آئے ہیں... میں یہاں صفائی کر رہا ہوں... آپ پر گرد پڑے گی۔''

''ہم گرد سے نہیں گھبراتے... آپ اپنا کام کریں۔'' محمود نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

اس نے صفائی شروع کر دی... جلدی جلدی چیزوں کو اٹھا اٹھا کر صفائی کرتا رہا... محمود اس کی حرکات اور سکنات کو دیکھتا رہا... آخر اس نے کہا:

''لیجیے... صفائی مکمل ہوگئی۔''

''بس آپ باہر آجائیں۔''

فاضل گرمانی باہر آگیا... محمود نے دروازے کو تالا لگا دیا... اور مڑتے ہوئے اس سے بولا:

''اب آپ جائیں... آپ کے ذمے جو کام ہے... وہ کریں۔''

''جی اچھا''

وہ حویلی کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا... محمود نے گیٹ کا رخ کیا... وہاں پہنچا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی... انہوں نے دروازہ کھول دیا... باہر پروفیسر داؤد اور خان رحمان موجود تھے...

''اللہ کا شکر ہے جمشید.. تمہاری صورت تو دکھائی دی... ہم تو سمجھے تھے... اس بار تم ہمیں بھلا دیا۔''

''ارے باپ رے... بھلا یہ کیسے ممکن ہے پروفیسر صاحب... ہم اور آپ کو بھلا دیں گے... ناممکن ہے... اس سے پہلے ہم سب اپنے آپ کو بھول جائیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

''اچھا خیر... یہاں کیا معاملہ ہے۔''

''آپ کو ایک گل دان دکھانا ہے... ہم نے ابھی اسے ہاتھ نہیں لگایا...''

''تمہارا کیا خیال ہے... اس میں بم ہے۔''

''ہو سکتا ہے... بم ہی ہو... اصل مسئلہ یہ ہے کہ گھر کا کوئی فرد اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا... یعنی کسی کو کچھ معلوم نہیں... کہ وہ گل دان گھر میں کس طرح آیا... ہے نا خطرناک بات؟'' انسپکٹر جمشید جلدی جلدی کہتے چلے گئے۔

''بے شک... آؤ چلیں...'' پروفیسر داؤد جلدی سے بولے۔

وہ سب نواب خاور جاہ کے کمرے میں آئے... وہ اس وقت اندر نہیں تھے:

''یہ ہے وہ گل دان۔''

''جب سے یہ تمہیں نظر آیا ہے... تم نے اسے تنہا تو نہیں چھوڑا۔'' پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

''نہیں! اسی لیے تو ہم دروازے کے سامنے بیٹھے تھے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' انہوں نے کہا اور گل دان کے نزدیک چلے گئے۔

''یا اللہ رحم۔'' محمود کے منہ سے نکلا۔

''اللہ مالک ہے۔'' خان رحمان بول پڑے۔

ادھر پروفیسر داؤد نے اپنے آلات کے ذریعے گل دان کو چیک کرنے کا کام شروع کر دیا... جلد ہی انہوں نے ایک لمبا سانس لیا۔

''بم تو خیر اس میں نہیں ہے... لیکن یہ بات بھی نہیں کہ اس میں کچھ نہیں ہے۔''

''جی... کیا مطلب... اس میں کچھ ہے۔'' وہ بول اٹھے۔

''ہاں! بالکل۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے گل دان میں سے مصنوعی پھول نکال لیے... اور خالی گل دان کو ان کے سامنے الٹ دیا...

دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح اچھلے:

☆☆☆☆☆

روکو

ان کے سامنے ایک ننھا سا سیاہ رنگ کا آلہ موجود تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی... ان سب نے بھی ان کا ساتھ دیا... باہر نکل کر انہوں نے دیکھا، ان کا رخ سرونٹ کوارٹر کی طرف تھا... وہ بھی ان کے پیچھے دوڑے... یہاں تک کہ وہ بے دھڑک اختر کمال کے کوارٹر میں داخل ہو گئے... نہ انہوں نے دستک دی... نہ منہ سے آواز نکالی... بس اندر کی طرف جھپٹے...

انہوں نے دیکھا... کمرہ خالی تھا... انہوں نے جلدی جلدی کمرے کی تلاشی لی... لیکن اس آلے کا دوسرا حصہ وہاں کہیں نہ ملا:

''میرا خیال تھا... یہ کام اختر کمال کا ہے... اس لیے آلے پر نظر پڑتے ہی میں اس طرف دوڑ پڑا... لیکن یہاں آلے کا دوسرا حصہ نہیں ہے... اب یا تو اس نے آلے کا دوسرا حصہ کہیں اور چھپا رکھا ہے یا پھر یہ کام اس کا نہیں ہے... تاہم اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس گھر میں کہیں نہ کہیں گڑبڑ ضرور ہے... اختر کمال یا جو کوئی بھی وہ ہے... کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔''

عین اس لمحے قدموں کی آہٹ سنائی دی... انہوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو اختر کمال چلا آ رہا تھا:

''یہ کیا جناب! آپ اور یہاں... خیر تو ہے۔''

''یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا... لیکن کس بارے میں؟''

''اس بارے میں کہ خیریت ہے یا نہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''یہ کیا بات ہوئی؟'' اس کا منہ بن گیا۔

''یہ آپ کے سوال کا جواب تھا... یہ بات یہ ہوئی۔''

''میں کچھ نہیں سمجھا... مہربانی فرما کر وضاحت کریں۔''

''فی الحال ہم وضاحت کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں... اصل میں یہ سارا چکر اس گل دان کا ہے... ہم ابھی تک یہ نہیں جان سکے کہ وہ حویلی میں کس طرح آیا...''

''کیا اس گل دان میں کوئی خاص بات ہے۔''

''کوئی ایسی ویسی خاص...'' محمود نے اسے گھورا۔

''آپ کا مطلب ہے... اس میں کوئی بہت خاص بات ہے۔'' اس کے لہجے میں حیرت در آئی۔

''ہاں! بالکل... یہی بات ہے۔''

''اور وہ خاص بات کیا ہے۔''

''یہ ہم ابھی نہیں بتا سکتے۔''

''لیکن آپ کا ان باتوں سے کیا تعلق... آپ تو اس طرح

باتیں کر رہے ہیں جس طرح پولیس پوچھ تاچھ کرتی ہے... جب کہ میرا خیال ہے، آپ لوگوں کا تعلق پولیس سے نہیں ہے...''

''ہم پھر ملیں گے... آؤ بھئی چلیں۔'' یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید باہر نکل گئے اور وہ کھڑا دیکھتا رہ گیا۔

''اگر اس آلے کا دوسرا حصہ ہمیں اس کمرے میں سے مل جاتا تو ہم اس سے اور انداز میں سوالات کرتے... خیر... ہمارے پاس اب دوسرا راستہ موجود ہے... محمود... اس نے مہمان خانے کی صفائی اچھی طرح کی تھی۔'' کچھ دور آ کر انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ہاں! جب تک یہ صفائی کر کے فارغ نہیں ہو گیا، میں وہیں ٹھہرا رہا تھا...''

''بہت خوب! اب ہمیں مہمان خانے کی چیزوں پر سے اس کی انگلیوں کے نشانات مل سکتے ہیں۔''

''بہت خوب جمشید۔'' خان رحمان مسکرائے۔

وہ مہمان خانے میں آئے... نشانات اٹھائے... پھر فنگر پرنٹ سیکشن کو فون پر ہدایات دیں... جلد ہی ایک کارکن حویلی کے باہر آ موجود ہوا... اسے نشانات دے دیے گئے... وہ لے کر چلا گیا... اور پھر اکرام کی طرف سے رپورٹ موصول ہوئی، وہ حیرت زدہ انداز میں کہہ رہا تھا:

''سر! جس شخص کے نشانات مجھے دیے گئے ہیں، ان کو میں نے ریکارڈ میں تلاش کر لیا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ یہ نشانات فاضل گرمانی کے ہیں... فاضل گرمانی کیکڑا گینگ کا نمبر دو آدمی ہے...

یعنی اس گینگ کے باس کے بعد اس کی باری آتی ہے... گینگ میں شامل ہونے سے پہلے یہ کئی بار گرفتار ہوا ہے... سزا بھی کاٹ چکا ہے... لیکن ہر بار جیل سے فرار ہو جاتا ہے... یہ بات آج تک معلوم نہیں ہوئی کہ یہ جیل سے فرار کس طرح ہو جاتا ہے... گینگ کا باس کون ہے... پولیس آج تک یہ بھی معلوم نہیں کر سکی... فاضل گرمانی کو البتہ گرفتار کر لیا جائے تو اس کی مدد سے پورا گینگ گرفتار ہو سکتا ہے اور قانون کے ہاتھ گینگ تک پہنچ سکتے ہیں... اب رہا یہ سوال کہ یہ گینگ کرتا کیا ہے... بظاہر ہیروں اور جواہرات پر ہاتھ صاف کرنا اس کا معمول ہے... پہلے یہ لوگ سراغ لگاتے ہیں کہ ملک کے کسی بڑے آدمی کے پاس جواہرات یا زمرد قسم کی قیمتی چیزیں موجود ہیں... جب سراغ مل جاتا ہے تو اس گھرانے پر اپنا کام شروع کر دیتے ہیں... اور جب تک صفایا نہیں کر لیتے... اس گھر سے جاتے نہیں... کیا یہ معلومات کافی ہوں گی۔''

اکرام یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''کافی سے بھی بہت زیادہ...'' انہوں نے پرجوش انداز میں کہا۔

''لیکن یہ بھی سن لیں... اگر آپ فاضل گرمانی کے نزدیک پہنچ چکے ہیں... تو بھی اس گینگ کے باس کے نزدیک نہیں پہنچے اور اصل چیز باس... جو آج تک سات پردوں میں چھپا ہوا ہے... وہ ہر بار محفوظ رہتا ہے... لہٰذا اس پر ہاتھ ڈالنے کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہو گا... ہاں آپ اس کے ذریعے اگر باس تک پہنچ جاتے ہیں تو یہ ہو گی بات۔''

اکرام یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

''اچھی بات ہے اکرام... میں یہ بات ذہن میں رکھوں گا اور فاضل گرمانی پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کروں گا... تمہارا شکریہ۔''

فون بند کر کے وہ سیدھے نواب صاحب کے پاس آئے:

''اب ہم آپ سے دو اور دو چار والی بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''کیا آپ کے پاس ہیرے جواہرات یا زمرد قسم کی قیمتی ترین کچھ چیزیں ہیں؟''

نواب صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... ان کے منہ سے کچھ نہ نکل سکا...

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا...

''آپ نے یہ سوال کیوں پوچھا۔

''آپ کے ہیرے، جواہرات یا زمرد خطرے میں ہیں...''

''نہیں... وہ خطرے میں نہیں ہیں۔'' انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

''کیا مطلب... یہ بات آپ اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

''پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں... آپ میرے مہمان ہیں... آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوگئی کہ میرے پاس کچھ زمرد ہیں۔''

''چلیے... اب تو یہ بات ثابت ہوگئی۔'' فاروق مسکرایا۔

''میں نے یہ پوچھا ہے کہ اب سے پہلے آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی... کہیں آپ خود تو ان زمردوں کے چکر میں نہیں ہیں۔''

''آپ ہمارے ان دوست کو فون کریں... جن کا خط ہم لائے ہیں... وہ آپ کا اطمینان کرا دیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''ہاں عبداللہ فاروق صاحب... اب مجھے ایسا کرنا ہوگا... میں آپ لوگوں کو شک کی نظروں سے دیکھنے پر مجبور ہو چکا ہوں۔'' ان کا لہجہ ناخوشگوار ہوگیا۔

''آپ کو ہمارے بارے میں اطمینان کرنے کا پورا حق حاصل ہے... آپ ضرور فون کریں خان بھابڑا کو۔''

نواب صاحب نے موبائل فون نکالا اور اس پر خان بھابڑا کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ ملنے پر انہوں نے کہا:

''خان بھابڑا... نواب خاور جاہ بات کر رہا ہوں۔''

دوسری طرف کو جواب سن کر انہوں نے پھر کہا:

''آپ نے جو مہمان بھیجے تھے... کیا وہ لوگ قابلِ اعتماد ہیں... ان کی ذات سے مجھے کوئی نقصان پہنچنے کا امکان تو نہیں۔''

اب پھر انہوں نے دوسری طرف کو جواب سنا اور پھر بولے:

''اچھی بات ہے... میں ذہن میں رکھوں گا... مجھے افسوس ہے... میں نے آپ کو زحمت دی۔''

یہ کہ کر انہوں نے موبائل بند کر دیا... پھر ان کی طرف مڑے:

''ان کا کہنا ہے کہ آپ لوگ ہزار فیصد قابلِ اعتماد ہیں... اور یہ کہ وہ ہر طرح آپ کی ذمے داری لیتے ہیں... لیکن۔''

''اب آپ یہ لیکن کہاں سے لے آئے۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

''لیکن وہ زمرو اس قدر نایاب ہیں... اس قدر قیمتی ہیں کہ آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتے... لہٰذا خان بھابڑا کے پوری طرح اطمینان دلا دینے کے باوجود میرا اطمینان نہیں ہوا۔''

''اچھی بات ہے... ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں... اس وقت تک آپ کے زمرو محفوظ ہیں نا۔''

''ہاں بالکل... میں نے ان کو ایسی جگہ رکھا ہوا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔''

''خیر... یہ تو آپ نہ کہیں۔'' محمود بول پڑا۔

''جی... کیا مطلب؟''

''آپ ہمیں پوری حویلی کو دیکھ لینے کی اجازت دے دیں... ہم آپ کو بتا دیں گے کہ زمرو کہاں رکھے گئے ہیں۔''

''ناممکن۔'' وہ پکار اٹھے۔

''تب پھر آپ اجازت دے دیں۔''

''نہیں... میں... اس قسم کی اجازت بھی نہیں دے سکتا... آپ بس اپنا کام کریں... جس کام کے لیے آپ کو یہاں آنا پڑا ہے... وہ کام کریں۔ میرا اور میرے زمروں کا خیال جانے دیں۔''

''آپ کی مرضی...'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

''ابا جان! آپ نے انہیں گل دان کے بارے میں نہیں بتایا... ہو سکتا ہے... وہ تفصیل سن کر یہ اپنا خیال بدل دیں۔''

''اوہ اچھا! یہ بھی سہی... تو سنیے نواب صاحب... آپ کے کمرے میں جو گل دان ملا ہے... آپ کو معلوم ہے، اس میں سے کیا ملا ہے۔''

''کیا ملا ہے۔'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ایک آلہ... جس کے ذریعے آپ کے کمرے میں ہونے والی بات چیت سنی جاتی رہی ہے...''

''اوہ... اوہ... نہیں۔''

''ہاں جناب... میں آپ کو پھر خبردار کر رہا ہوں... آپ کے زمرو خطرے میں ہیں۔''

''نہیں... وہ محفوظ ہیں... بلکہ۔''

''اور بلکہ کیا؟''

''بلکہ مجھے تو دو دن بعد ہونے والی پارٹی میں وہ زمرے اپنے دوستوں کو دکھانے بھی ہیں۔'' نواب صاحب نے بتایا۔

''اوہ... اوہ... یہ آپ نے نئی سنائی... آپ ایسا کر کے نہایت غلط کام کریں گے... زمرو تو پہلے ہی خطرے میں ہیں... اوپر سے آپ مزید خطرہ مول لے رہے ہیں۔''

''نہیں... آپ فکر نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے... آپ کی مرضی۔''

اور پھر وہ مہمان خانے میں آ گئے... آتے ہی انہوں نے

اکرام کو فون کیا... اور کہا:

''اکرام... تیار ہو جاؤ... فاضل گرمانی نواب خاور جاہ کی حویلی میں موجود ہے... لیکن چونکہ ہم اسے نہیں... اس کے باس کو یا پھر اسے اس کے باس سمیت گرفتار کرنا چاہتے ہیں... اس لیے اس سے دور دور ہی رہیں گے... کیا خیال ہے۔''

''بالکل ٹھیک سر... اب یہ معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں... میں نپٹ لوں گا اس سے۔''

''ارے ارے... اسی بات سے تو تم مجھے روک رہے ہو... اور خود یہی کرو گے۔''

''میرا مطلب تھا... اب ہم اس کی اس طرح نگرانی کریں گے کہ اس کا باس بچ نہیں سکے گا۔''

''ہاں! یہ ہوئی بات۔''

انہوں نے فون بند کیا ہی تھا کہ کسی کو مہمان خانے کی طرف آتے دیکھا... وہ آنے والے کو دیکھ کر حیران رہ گئے... اس کے چہرے پر گھبراہٹ تھی... وہ فاضل گرمانی تھا۔

''آپ کو مجھے آتے دیکھ کر حیرت ہوئی ہے... یہی بات ہے نا۔''

''ہاں! یہی بات ہے... خیر آپ کس لیے آئے ہیں، یہ بتائیں۔''

''میں جانتا ہوں... آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں... اب اگر یہاں کوئی واردات ہو جاتی ہے... تو آپ صرف اور صرف مجھ پر

شک کریں گے... اور پولیس پر اپنا شک ظاہر کریں گے... میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... لیکن جہاں تک بات شک کی ہے... تو وہ تو نواب صاحب ہم پر بھی کر رہے ہیں، سوال تو یہ ہے کہ کیوں... ہم آپ پر کیوں شک کر رہے ہیں، نواب صاحب ہم پر کیوں شک کر رہے ہیں...''

''مجھے نہیں معلوم... میں تو آپ کو صرف یہ بتانے آیا ہوں، کہ میں نواب صاحب کی ملازمت چھوڑ کر جا رہا ہوں... نہیں جاؤں گا تو کسی مصیبت میں پھنسوں گا... لہٰذا اللہ حافظ۔'' یہ کہہ کر وہ لگا چلنے۔

''ارے ارے... رکیے...'' انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

''جی فرمائیے۔'' اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

''ہماری درخواست ہے کہ آپ نہ جائیں...''

''جی نہیں... میں فیصلہ کر چکا ہوں... میں جا رہا ہوں۔''

اس نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگا...

''محمود... فاروق... فرزانہ... اسے اس وقت تک روکو... جب تک کہ اکرام کا کوئی ماتحت حویلی کے باہر نہیں آجاتا۔''

''جی اچھا... آپ فکر نہ کریں... ویسے انکل اکرام کا ماتحت کتنی دیر میں یہاں پہنچے گا۔''

''میرے اندازے کے مطابق اسے بیس منٹ لگ جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے... اسے بیس منٹ تک روکے رکھنے کی ذمے داری ہماری۔'' محمود نے کہا اور تینوں دوڑ پڑے۔

ادھر انسپکٹر جمشید اکرام کو فون کرنے لگے:

☆☆☆☆☆

کبوتر

فاضل گرمانی اپنے کوارٹر میں داخل ہو رہا تھا کہ وہ تینوں اس تک پہنچ گئے:

''معاف کیجیے گا۔''

''اب کیا رہ گیا ہے... جا تو رہا ہوں۔'' اس نے جھلا کر کہا۔

''آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں... جیسے آپ ہمارے کہنے پر جا رہے ہوں... حالانکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ، آپ نہ جائیں... یہیں ٹھہریں۔''

''ہرگز نہیں... میں جا رہا ہوں... میں جا کر رہا ہوں۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''مشکل ایک اور ہے۔'' فاروق مسکرایا... انداز میں شوخی تھی۔

''اور وہ کیا؟'' اس نے اور زیادہ منہ بنایا۔

''ہماری خواہش ہے کہ آپ نہ جائیں... آپ سے حویلی میں بہت رونق ہے۔''

''آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟'' اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہم نے رونق کی بات کی ہے... مذاق کی نہیں۔''

''آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔''

''آپ کم از کم دعوت کے موقع تک یہاں ضرور رہیں۔''

''جی نہیں... میں اب یہاں ایک منٹ نہیں ٹھہروں گا... آپ لوگوں کی وجہ سے میں شدید الجھن محسوس کر رہا ہوں۔''

''تو یوں کہیں نا... آپ ہماری وجہ سے جا رہے ہیں... خیر ہمارے پاس آپ کے لیے ایک پیش کش ہے۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

''پیش کش... کیا مطلب... کیسی پیش کش۔'' اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''آپ یہ ملازمت چھوڑ کر جا رہے ہیں... ہم آپ کو ایک گھر میں ملازمت دلوا سکتے ہیں۔''

''بس شکریہ!... میرے لیے ملازمتوں کی کوئی کمی نہیں... ایک ڈھونڈتا ہوں... ہزار ملتی ہیں۔''

''اوہو اچھا... تب تو پھر آپ 999 غریب لوگوں میں تقسیم کر دیا کریں نا۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا تقسیم کر دیا کروں؟''

''ملازمتیں اور کیا... بھئی جب آپ کو ایک ملازمت تلاش کرنے پر 1000 ملتی ہیں تو ظاہر ہے... ایک ہی وقت میں ہزار ملازمتیں

تو آپ کے کام نہیں آ جائیں گی... لہٰذا ان کو دوسروں میں تقسیم کر دیا کریں۔''

''اچھا ٹھیک ہے... مشورے پر عمل کروں گا... اب میری جان چھوڑیں۔'' اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

''کیا نواب صاحب نے آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کی؟''

''نہیں... میں نے ان سے کہا کہ میں ملازمت چھوڑ کر جا رہا ہوں تو انہوں نے فوراً کہہ دیا، شوق سے جاؤ... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''تو ہم نواب صاحب سے بات کیے لیتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

''کوئی فائدہ نہیں... میں نے ملازمت چھوڑنے کی ٹھان لی ہے... بس اب یہاں ملازمت نہیں کروں گا۔''

''اچھی بات ہے... آپ جانیں... آپ کا کام جانے۔''

اور پھر وہ اپنے کمرے میں آ گئے:

''میرا خیال ہے... اسے ہم پر شک ہو گیا ہے... اور یہ اپنے لیے اب یہاں خطرہ محسوس کر رہا ہے... لہٰذا اس نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے... اب یہ باہر جا کر واردات کرنے کی کوشش کرے گا۔'' فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

''شاید یہی بات ہے... لیکن اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا... جانا ہے تو جائے...''

''تو کیا آپ اسے ایسے ہی جانے دیں گے۔''

''نہیں... تم فکر نہ کرو... اسی کے ذریعے تو ہم باس تک پہنچے

گے۔''

دوسرے دن صبح جب وہ چہل قدمی کے بعد حویلی میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ دروازہ فاضل گرمانی ہی نے کھولا تھا:

''ارے! اختر کمال صاحب... آپ ابھی یہیں ہیں۔''

''بس کیا بتاؤں... نواب صاحب اڑ گئے... ان کا کہنا ہے کہ میں کم از کم پارٹی تک تو ٹھہر جاؤں... پھر انہوں نے کہا ہے کہ اگر میں ملازمت چھوڑ کر جانے کا ارادہ تبدیل کر دوں تو وہ میری تنخواہ دوگنی کر دیں گے... لہٰذا فی الحال میں رک گیا ہوں۔''

''چلیے یہ اچھا ہوا۔'' محمود مسکرایا۔

اور آخر پارٹی کی رات آ گئی... کوٹھی کو سجانے کے لیے نواب صاحب نے ایک خاص ٹیم کو بلایا تھا۔ انہوں نے تمام دن کی محنت کے بعد کوٹھی کو دلہن بنا دیا... رات کو ٹھیک نو بجے مہمانوں کی آمد شروع ہوئی... ایسے میں فرزانہ نے نواب صاحب سے پوچھا:

''آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ یہ دعوت دے کس سلسلے میں رہے ہیں''

''یہ سالانہ دعوت ہے۔'' وہ بولے۔

''جی... کیا مطلب... سالانہ دعوت؟''

''ہاں بالکل! میں ہر سال یہ دعوت دیتا ہوں... دراصل یہ دعوت زمرد دکھانے کی دعوت ہے... مجھے دنیا کے قیمتی ترین زمرد خریدنے اور جمع کرنے کی عادت ہے... میں اپنا یہ نادر نمونہ سال میں ایک بار اپنے

دوستوں کو دکھاتا ہوں۔''

''اوہ تو یہ بات ہے... تب تو آپ کے زمرد بہت خطرے میں ہیں... ہمارا مشورہ ہے کہ آپ اس سال یہ کام نہ کریں... دعوت ضرور کریں... لیکن اس دعوت میں زمرد نہ دکھائیں...''

''یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... تمام دوست تو آتے ہی ان کو دیکھنے کے لیے ہیں۔''

''آپ ان سے کہہ سکتے ہیں... ان کے اڑا لیے جانے کا خطرہ ہے۔''

''نہیں! میں ان سے یہ نہیں کہوں گا... پروگرام کے مطابق انہیں زمرد دکھاؤں گا...''

''سوال یہ ہے کہ آپ انہیں زمرد دکھاتے کیسے ہیں... دکھانے کے چکر میں کئی زمرد تو ایسے بھی غائب ہو سکتے ہیں۔''

''ایک بھی غائب نہیں ہوتا... میں نے ان کے لیے ایک بکس بنوا رکھا ہے... بس زمرد اس میں رکھے رہتے ہیں... ہر مہمان بکس میں رکھی حالت میں زمردوں کو دیکھتا ہے... ان حالات میں وہ کیسے غائب ہو سکتے ہیں۔''

''اور اگر کوئی یہ رات آنے سے پہلے ہی بکس کو اڑا لے۔''

''اس رات سے پہلے میں وہ زمرد اس بکس میں نہیں رکھتا... اسی روز رکھتا ہوں... وہ بھی دکھانے سے کچھ دیر پہلے۔''

''اور یہ آپ بتائیں گے نہیں کہ پھر ان کو رکھتے کہاں ہیں۔''

''توبہ کریں جی توبہ۔'' نواب صاحب فوراً بولے۔

''توبہ... توبہ۔'' فاروق نے کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا اور وہ

مسکرا دیے۔

''آپ لوگ فکر نہ کریں... میرے زمردوں کو کچھ نہیں ہوگا۔''

''آپ کی مرضی... میں نے آپ کو پوری طرح خبردار کر دیا ہے... چلیے آپ نہیں مانتے تو کم از کم پولیس کی خدمات ہی حاصل کرلیں... باہر بھی اور اندر بھی پولیس موجود ہو۔''

''افسوس! میں یہ بھی نہیں کروں گا، اس طرح میرے مہمان پریشان ہوں گے۔''

''آپ کی مرضی۔'' محمود نے کندھے اچکائے۔

اور پھر رات کے نو بجے مہمانوں کی آمد شروع ہوگئی... مہمان نوازی کا انتظام لان میں کیا گیا تھا... لان میں گہری گھاس اُگی تھی... ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا... اور پھولوں کے پودے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ گھاس کے تختوں پر کرسیاں اور میزیں بہت سلیقے سے رکھی گئی تھیں... ان پر مہمان بیٹھتے چلے جا رہے تھے... ساڑھے نو بجے تک تمام کرسیاں پُر ہوگئیں... ان کرسیوں میں ان کی کرسیاں بھی شامل تھیں... وہ بھی آخر مہمان تھے... آخر نواب صاحب نے اعلان کیا:

''پہلے سب مہمان زمرد دیکھیں گے... پھر کھانے کا پروگرام شروع ہوگا... اس وقت تک آپ کولڈ ڈرنکس سے دل بہلائیں... میں زمرد کا بکس لے کر آتا ہوں...''

اس اعلان کے ساتھ ہی انہیں فاضل گرمانی کا خیال آیا... انہوں نے اس کی تلاش میں نظریں چاروں طرف گھمائیں... لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا... یہ بات محسوس کرتے ہی انہوں نے پریشان ہو کر نواب

صاحب کی طرف دیکھا... وہ اندر کی طرف جا رہے تھے... انسپکٹر جمشید دوڑ کر ان کے پاس پہنچے اور ان کے راستے میں آتے ہوئے بولے:

''نواب صاحب! اختر کمال کہیں نظر نہیں آیا... یہ بات خطرناک ہے... زمردوں کا بکس نکال کر لانے سے پہلے یہ معلوم کرلیں کہ وہ کہاں ہے۔''

''وہ یہیں ہے... آپ فکر نہ کریں... میں نے اندر اس کے ذمے کام لگا رکھا ہے۔'' نواب صاحب نے بُرا سا منہ بنایا۔

''اچھی بات ہے... تب تو ٹھیک ہے... انہوں نے کہا اور واپس پلٹ آئے۔''

''وہ کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

''چلیے پھر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے... اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں... کوئی واردات ہوئی تو خود ہی بھگتیں گے۔'' فرزانہ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

اب سب لوگ نواب صاحب کا انتظار کر رہے تھے... اس طرح پندرہ منٹ گزر گئے... تب کہیں جا کر انہوں نے نواب صاحب کو آتے دیکھا... وہ اپنا سر بُری طرح پیٹ رہے تھے... یہ دیکھ کر سب لوگ بوکھلا اٹھے:

''کیا ہوا نواب صاحب... کیا ہوا؟'' بہت سی آوازیں ابھریں۔

''میرا سر... میرا سر۔'' وہ اور زور سے سر پیٹنے لگے۔

''اوہو... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' کئی دوستوں نے پھر بلند

آواز میں کہا۔

''میں پاگل ہوں... میرا دماغ خراب ہے...'' یہ کہتے ہوئے وہ اپنے بال نوچنے لگے۔

''ارے ارے... یہ آپ کیا کر رہے ہیں... آپ کے سر پر تو پہلے ہی بال کم ہیں۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

ایک لمحے کے لیے وہ رک گئے۔ ساتھ ہی انہوں نے فاروق کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا... پھر فوراً ہی جیسے انہیں یاد آ گیا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں... چنانچہ لگے پھر سر پر دوہتڑ مارنے اور بال نوچنے:

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''ارے وہ لے گیا... لے گیا... وہ۔''

''وہ لے گیا... کون لے گیا... کیا لے گیا... آپ کو ہو کیا گیا ہے...''

''وہ میرے کبوتر لے گیا... ڈربہ کھول کر تمام کبوتر نکالے اور اڑنچھو ہو گیا... ہائے... ہائے۔'' یہ کہتے ہی وہ پھر سر پیٹنے لگے۔

دعوت میں موجود سب لوگ بے ساختہ ہنسنے لگے... ان پر جیسے ہنسی کا دورہ پڑ گیا...

''یہ یہ... یہ کیا... آپ لوگ مجھ پر ہنس کیوں رہے ہیں... ہائیں۔'' نواب صاحب نے چلا کر کہا۔

''ہنسیں نہ تو کیا کریں... کوئی اگر آپ کے کبوتر لے اڑا تو کیا ہوا... کبوتر اور آ جائیں گے...''

''اوہو... آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں... وہ... وہ میرے تمام کبوتر لے گیا۔'' نواب صاحب نے گویا وضاحت کی۔

''تو ہم نے کب سمجھا ہے کہ وہ کچھ لے گیا ہے اور کچھ چھوڑ گیا ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''آپ تو بس چپ ہی رہیں ہاں۔'' نواب صاحب بھنا اٹھے۔

''جی... جی اچھا۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''ہائے... اب میں کیا کروں۔''

''اور کبوتر خرید لیں۔'' فاروق نے پھر کہا۔

''اور میں نے کیا کہا تھا۔'' انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

''آپ نے... آپ نے یہ کہا تھا کہ آپ بس چپ ہی رہیں...''

''پھر آپ کیوں بولے۔''

''میں بھول گیا تھا... لیکن آپ اپنے بال کیوں نوچ رہے ہیں... کیا بال نوچنے سے کبوتر واپس مل جائیں گے۔''

مہمان ایک بار پھر ہنسنے لگے... نواب خاور جاہ اور زیادہ غصے میں آ گئے... پکار اٹھے:

''ہائے میرے کبوتر... وہ... وہ لے گیا... ان کبوتروں کو۔''

''کیا ہوا نواب صاحب۔''

یہ آواز سنتے ہی نواب صاحب بہت زور اچھلے۔ آواز فاضل گرمانی کی تھی:

☆☆☆☆☆

خوفناک

چند لمحے تک مارے حیرت کے وہ فاضل گرمانی کو گھورتے رہے...

''یہی ہے... یہی ہے... میرے کبوتروں کا چور... پکڑ لو اسے... تم میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو... پکڑ لو اسے... پکڑتے کیوں نہیں... اس وقت پکڑنے کے لیے بھاگ دوڑ کرو گے جب یہ نکل جائے گا۔'' انہوں نے اپنے دوسرے ملازمین کی طرف تیز نظروں سے دیکھا:

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں نواب صاحب... بھلا میں کیوں آپ کے کبوتر چراتا... آپ کو آج ہو کیا گیا ہے۔'' فاضل گرمانی نے مارے حیرت کے کہا۔

''میں نے تم لوگوں سے کیا کہا ہے۔''

''نواب صاحب... آپ بات بتائیں... یہ بھاگ کر کہاں جائے گا... اتنے تو یہاں لوگ موجود ہیں... کیا ہم سب مل کر اسے پکڑ نہیں سکیں گے۔'' ایسے میں انسپکٹر جمشید نے آگے آتے ہوئے کہا۔

''تت... تم... تم لوگ... ارے ہاں... یہ بھی کبوتروں کے

چور ہو سکتے ہیں... انہیں بھی پکڑ لو... میں تو پہلے ہی اس الجھن میں تھا کہ آخر یہ میرے گھر میں مہمان کیوں آئے ہیں... بے شک میرے قریبی دوست کا رقعہ لے کر آئے ہیں... لیکن اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا... یہ بھی چور ہو سکتے ہیں... یہ... یہ چاروں۔''

''آج آپ کو ہو کیا گیا ہے نواب صاحب۔'' کئی آوازیں ابھریں۔

''ہاں واقعی... اگر کسی نے آپ کے کبوتر چرا لیے ہیں تو کون سی قیامت آگئی... اور کبوتر لے لیجیے گا۔''

''ہائے ہائے... میں مارا گیا... میں لٹ گیا...'' انہوں نے پھر اپنا سر پیٹ لیا... اور پھر جلدی سے موبائل جیب سے نکال کر فون کرنے لگے... سلسلہ ملتے ہی بولے:

''ہیلو ایس پی شاکر صاحب... جلدی یہاں آجائیں... فوراً آئیے... میں مارا گیا... میں لٹ گیا... کچھ لوگوں نے میرے کبوتر چرا لیے ہیں۔''

ذرا دیر کے لیے انہیں رکنا پڑ گیا... فون سننے والا کچھ کہہ رہا تھا... فوراً ہی وہ پھر کہنے لگے:

''اوہو! آپ سمجھتے کیوں نہیں... وہ کبوتر کوئی عام کبوتر نہیں تھے... ان میں سے تو ایک ایک کبوتر کروڑوں کا تھا...''

''کیا... کیا کہا آپ نے... ایک ایک کبوتر کروڑوں کا۔'' مہمان چلا اٹھے۔

انہوں نے ایک نظر مہمانوں پر ڈالی اور پھر موبائل میں کہنے

لگے:

''ہاں ایس پی شاکر صاحب... ایک ایک کبوتر کروڑوں کا ہے... بس آپ آجائیں... تفصیل تو میں یہیں بتاؤں گا... آپ دیر نہ کریں... آپ رنگے ہاتھوں چوروں کو پکڑ سکتے ہیں۔''

فون بند کر کے وہ اپنے ملازمین کی طرف مڑے:

''تم لوگ فوراً باہر جانے کے دوازے بند کر دو... اب سب لوگ یہیں رہیں گے... جب تک ایس پی شاکر صاحب یہاں نہیں آجاتے... وہ میرے دوست ہیں... انہوں نے کہا ہے کہ دروازے بند کروا لیں۔''

''کمال ہے... آپ اپنے کبوتروں کی خاطر... تمام مہمانوں کو حویلی میں بند کر رہے ہیں۔'' ایک مہمان نے جھلا کر کہا۔

''خان تیموری صاحب... آپ کو ان کبوتروں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں... جب معلوم ہوگا اس وقت آپ گنگ ہو کر رہ جائیں گے۔''

''اور معلوم کب ہوگا...'' ایک اور مہمان نے تلملا کر کہا۔

''ایس پی صاحب کے آجانے کے بعد... پہلے میں انہیں ساری بات بتاؤں گا... پھر اگر انہوں نے اجازت دی، تب کبوتروں کے بارے میں بتاؤں گا... کیا سمجھے جہانگیر بھائی۔'' نواب صاحب بولے۔

''کیا... مطلب؟'' جہانگیر تیموری نے منہ بنایا۔

اب تو سب پریشان ہو گئے... کیونکہ نواب صاحب صرف کبوتروں کے لیے تو اس قدر چیخنے چلانے والے نہیں تھے... اب ہر کوئی

سوچ رہا تھا کہ آخر معاملہ کیا ہے... ان کبوتروں کی اہمیت کیا ہے... لہٰذا لان میں کھسر پسر شروع ہو گئی:

''یہ... یہ سب کیا ہے ابا جان۔''

''تیل دیکھو... تیل کی دھار دیکھو... یہ ایک بہت گہرا چکر ہے۔''

''گہرا چکر... تو کیا ہم اس کیس سے فارغ ہونے والے ہیں۔'' فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں شاید... اب ایس پی صاحب کے آنے پر ہی کچھ معلوم ہو گا... لہٰذا ہم خاموش رہیں گے۔'' انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

''سن لیا فاروق۔'' محمود مسکرایا۔

فاروق نے اسے گھورا، پھر کہا:

''میں بہرہ نہیں۔''

آخر وہاں پولیس جیپ آکر رکی... اس میں سے ایس پی شاکر صاحب اترے۔ نواب صاحب ان کی طرف لپکے... ان سے ہاتھ ملایا اور پھر بولے:

''میں لٹ گیا... ایس پی صاحب! میں لٹ گیا۔''

''تفصیل بتائیں... تاکہ پوری بات سمجھ میں آسکے۔''

''مجھے معلوم ہوا تھا... کوئی نامعلوم شخص میرے زمردوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے... وہ ان کو ہر قیمت پر اڑانا چاہتا ہے... سو میں نے خوب غور کیا... سوچا اور آخر ان زمردوں کو کبوتروں کی جھانجھروں میں ڈال دیا...''

''کیا!!!'' سب کے سب ایک ساتھ چلائے۔

''ہاں! جھانجھروں میں ننھے ننھے پتھر ڈالے جاتے ہیں... ان سے وہ بجتی ہیں... میں ان سب پتھروں کو نکال کر ان کی جگہ زمرد ڈال دیے... اور یہ خیال کر بیٹھا کہ اب وہ سب محفوظ ہو گئے ہیں... کسی کا خیال تک ان کی طرف نہیں جائے گا... آج وہ تمام زمرد چونکہ مہمانوں کو دکھانے تھے... اس لیے میں جھانجھروں میں سے نکالنے کے لیے ڈربے میں گیا... لیکن یہ دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے کہ وہاں تو ایک کبوتر بھی نہیں ہے... سب کے سب غائب ہیں... اب اس سلسلے میں مجھے ان حضرات پر شک ہے... ایک تو یہ نیا ملازم ہے... یہ ایک جعلی خط لے کر ملازمت حاصل کرنے آیا تھا... میں اگرچہ جان گیا تھا کہ خط جعلی ہے، اور میں نے اسے ملازمت دینے سے انکار کر دیا تھا... لیکن عین اس وقت یہاں انسپکٹر جمشید کی بیٹی فرزانہ موجود تھی... اس نے اس کی سفارش کر دی۔ انسپکٹر جمشید سے میری علیک سلیک ہے... میں نے فرزانہ کی سفارش پر اسے رکھ لیا... اختر کمال تم آگے آجاؤ... تاکہ ایس پی صاحب تمہیں اچھی طرح دیکھ لیں۔'' یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

فاضل گرمانی آگے آ گیا... ایس پی صاحب چند سیکنڈ تک اسے گھورتے رہے... پھر بولے:

''یہ آدمی درست نہیں ہے... اس کی تلاشی لی جائے۔''

ایس پی صاحب کے ماتحتوں نے فوراً اسے دبوچ لیا... اس کی اچھی طرح تلاشی لی گئی... لیکن کچھ نہ ملا۔

''اس کے پاس تو کچھ نہیں ہے... لیکن ظاہر ہے... زمرد اگر

اس نے چرائے ہیں تو یہ ان کو اپنی جیب میں رکھے گا نہیں... اس نے کہیں چھپا دیے ہوں گے... زمرد چراتے ہی یہ بھاگ اس لیے نہیں سکا کہ باہر دروازے پر موجود استقبال کرنے والے موجود رہے ہوں گے...''

''جی ہاں! یہی بات ہے...''

''باقی لوگ جن پر زبردست شک ہے... وہ یہ ہیں... یہ بھی بہت پراسرار طریقے سے یہاں آئے ہیں...''

یہ کہہ کر وہ تفصیل سے بتانے لگے کہ وہ لوگ کس طرح آئے تھے... اب ایس پی صاحب نے ان کا بغور جائزہ لیا... آخر بولے:

''اگر میں آپ کی تلاشی کا حکم دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔''

جی نہیں... اعتراض کیسا؟''

''ان سب کی بھی تلاشی لی جائے۔''

اب ان کی تلاشی لی گئی... لیکن کچھ نہ ملا...

''اب کیا کیا جائے۔'' ایس پی شاکر بولے۔

''ان لوگوں کو حراست میں لیا جا سکتا ہے... پولیس اسٹیشن میں ان سے اگلوائیں گے کہ انہوں نے زمرد کہاں چھپائے ہیں۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔'' انسپکٹر جمشید بول پڑے... ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''کیا مطلب... کس کی ضرورت نہیں۔''

''ہمیں پولیس اسٹیشن لے جانے کی... ہم یہیں سب کچھ بتا دیتے ہیں۔''

''کیا!!!''

اب تو سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں گھورنے لگے... ایس پی صاحب کی نظریں ان پر جم گئیں:

''تو زمرو آپ کے پاس ہیں۔''

''نہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''تو پھر... کیا اس شخص کے پاس ہیں۔'' انہوں نے فاضل گرمانی کی طرف اشارہ کیا۔

''اس کے پاس بھی نہیں ہیں... ویسے یہ بہت کچھ بتا سکتا ہے... پہلے اسی سے پوچھنا چاہیے... آپ اجازت دیں تو میں ان سے چند سوال کروں۔''

''ضرور... لیکن اس سارے معاملے سے آپ کا تعلق کیا ہے۔''

''تعلق بھی بتاؤں گا پہلے تو اس سے بات کرنے دیں... ہاں تو مسٹر اختر کمال... یہی نام ہے نا آپ کا۔''

''جی... جی ہاں۔''

''میرا پہلا سوال... کیا یہ آپ کا اصل نام ہے؟''

''کیا مطلب؟'' وہ بہت زور سے اچھلا۔

''کیا مطلب؟'' مہمان چلائے۔

''مطلب یہ کہ یہ اس کا اصلی نام نہیں ہے... تمہارا اصلی نام کیا ہے بھئی۔''

''میرا نام اختر کمال ہی ہے۔'' اس نے بھنا کر کہا۔

''ارے نہیں... بلکہ تمہارا اصل نام فاضل گرمانی ہے۔''

''کیا!!!'' اس مرتبہ وہ اور زور سے اچھلا۔

اب تو سب کا مارے حیرت کے برا حال ہو گیا:

''فاضل گرمانی... کیا مطلب؟'' نواب صاحب کے منہ سے عجیب سے انداز میں نکلا۔

''یہ شخص کوبرا گینگ کا اہم کارکن ہے۔''

''کیا!!!'' اس بار ایس پی شاکر صاحب بہت زور سے اچھلے۔ ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

کوبرا گینگ... یہ... یہ کیا بلا ہے؟'' کئی مہمان پکار اٹھے۔

''کوبرا گینگ ہمارے شہر کا ایک خوفناک جرائم پیشہ گروہ ہے۔ پولیس ریکارڈ میں اس کی خطرناک ترین کارروائیاں درج ہیں... لیکن......'' انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

''لیکن کیا... آپ بات کرتے کرتے کیوں رک جاتے ہیں... اور دوسری بات... یہ سب باتیں آپ کو کیسے معلوم ہیں... یہ سب تو پولیس سے متعلقہ باتیں ہیں... آپ ان کو کیسے جانتے ہیں۔'' ایس پی شاکر صاحب نے تیز لہجے میں کہا۔

''اس بارے میں ابھی بتاتا ہوں، پہلے لیکن سے آگے سن لیں۔'' وہ مسکرائے۔

''اوہ ہاں! لیکن سے آگے آپ کیا کہنا چاہتے تھے بھلا۔''

''لیکن کچھ مدت سے اس گروہ کی ملک دشمن سرگرمیاں بھی پولیس کے علم میں آئی ہیں۔ وطن کی سرحد پر دو تین آدمی پکڑے گئے... ان کے

پاس کچھ ملکی راز تھے... جب ان کی مرمت کی گئی تو ان سے پتا چلا کہ وہ شارجستان کی خفیہ سروس کے ایجنٹ ہیں اور آپ کے ملک سے ہمیں ایک گروہ کے ذریعے خفیہ معلومات ملتی ہیں... اس گروہ کا نام اس نے کوبرا گینگ بتایا... یہ اطلاعات بہت خوفناک تھیں... ان لوگوں نے جس شخص سے وہ کاغذات لیے تھے... اس کا نام انہوں نے فاضل گرمانی بتایا۔''

وہاں موجود بھی لوگ بری طرح چلا اٹھے... اور فاضل گرمانی نے مارے خوف کے کہا:

''نہیں... نہیں... نہیں۔''

☆☆☆☆☆

کیا مطلب!!

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... صرف سانس لینے کی سائیں سائیں سنائی دیتی رہی۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''اس کے چہرے کو دیکھیں... کس قدر خوف نظر آ رہا ہے یہاں... اس کا مطلب ہے... ہر بات بالکل درست ہے... اس شخص کا تعلق کوبرا گینگ ہی سے ہے... یوں بھی اس کے انکار کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا... ہمارے پاس یہ ثبوت موجود ہیں کہ اس کا تعلق کوبرا گینگ سے ہے۔''

''آپ... آپ کون ہیں؟'' مارے خوف کے فاضل گرمانی کے منہ سے نکلا۔

''ہاں آپ کون ہیں؟'' ایس پی شاکر جلدی سے بولے۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ میں کون ہوں... اصل بات یہ ہے کہ یہ صاحب یہاں کیا کر رہے ہیں...''

''اُف مالک... تو یہ یہاں میرے زمرد اڑانے کے لیے ملازم ہوا تھا۔''

''ہاں نواب صاحب... اب آپ نے بات کی ہے... بالکل درست۔'' انسپکٹر جمشید پکار اٹھے۔

''تب پھر میرے زمرد کہاں ہیں... کبوتر تو یہاں سے غائب ہیں۔''

''اور وہ زمرد ان کی جھانجھروں میں تھے؟'' انسپکٹر جمشید سوالیہ انداز میں بولے۔

''ہاں بالکل۔''

''خیر... ہم اس سے اگلوا لیں گے... اس نے زمرد کہاں چھپائے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''سوال تو یہ ہے کہ اس نے وہ زمرد اڑائے کیسے۔''

''یہ کیا مشکل تھا... کبوتروں کے ڈربے میں گھس گیا... اور ان کے پنجوں سے جھانجھریں نکال لیں... ان میں سے زمرد نکالے اور اپنی جیب میں رکھ لیے۔''

''غلط... بالکل غلط... میری تلاشی لی جا چکی ہے...'' فاضل گرمانی چلا اٹھا۔

''بات تو ٹھیک ہے... دوسرے یہ کہ اگر بات یہی ہے تو کبوتر کہاں ہیں۔'' نواب صاحب بولے۔

''کبوتروں کو ایک تھیلے میں بھر کر... تھیلے کا منہ بند کر کے حویلی کے پچھلی طرف جنگل میں پھینک دیا گیا... یہ کام کیا مشکل تھا...''

''تب پھر زمرد تو اس کے پاس ہونے چاہئیں تھے۔''

''وہ اس نے یہیں کہیں چھپا دیے ہیں... ہم اس سے اگلوا لیں

گے اور نواب صاحب کے زمرد انہیں مل جائیں گے۔''

''مشکل ہے۔'' فاضل گرمانی طنزیہ انداز میں بولا۔

''کیا مطلب... کیا مشکل ہے۔''

''یہ کہ زمرد انہیں مل جائیں... اور آپ مجھ سے کچھ اگلوا لیں۔''

''اس کا مطلب ہے... تم جرم کا اقرار کر رہے ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

''نہیں... میں نے یہ کہا ہے کہ میرے پاس زمرد نہیں ہیں... میں نے زمرد نہیں چرائے۔ لہٰذا آپ مجھ سے کچھ بھی نہیں اگلوا سکیں گے اور جب میں نے زمرد چرائے ہی نہیں تو آپ حاصل کیسے کریں گے... ویسے آپ ہیں کون... آپ کا انداز بہت پراسرار ہے... یہاں تک کہ ایس پی صاحب بھی نہیں جانتے کہ آپ کون ہیں۔'' یہاں تک کہ کر فاضل گرمانی خاموش ہو گیا۔

''چلو خیر... تم یہ تو تسلیم کرتے ہو نا کہ کوبرا گینگ کے خاص آدمی ہو... یعنی اپنے باس کے بعد تمہارا ہی نمبر ہے۔''

''اس کا بھی آپ نے کوئی ثبوت نہیں دیا اب تک۔''

''ثبوت پیش کر دو بھئی۔'' انہوں نے محمود سے کہا۔

''جی اچھا۔'' محمود مسکرایا، پھر اس نے فاضل گرمانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہم نے آپ کو مہمان خانے کی صفائی کے لیے کہا تھا... آپ نے صفائی کی تھی... اس طرح آپ نے شیشے کے گلاس اور جگ وغیرہ کو

ہاتھ لگائے تھے... ہم نے ان پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے تھے اور محکمہ سراغ رسانی کے پاس موجود ریکارڈ سے ملائے تھے... اس طرح تمہاری انگلیوں کے نشانات فاضل گرمانی کے ثابت ہوئے ہیں اور فاضل گرمانی کے بارے میں ریکارڈ میں تمام معلومات موجود ہیں... اس میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ شخص کوبرا گینگ کا نمبر دو آدمی ہے... نمبر ایک باس ہے... وہ آج تک گرفتار نہیں ہوا... اور اس باس نے اب شارجستان کے لیے کام کرنا شروع کر دیا ہے... اور یہی وہ معلومات تھیں جنہوں نے ہمیں پریشان کر دیا تھا... ہم نے خفیہ طور پر فاضل گرمانی کی نگرانی شروع کر دی..."

"کیا!!!" مارے خوف کے گرمانی کے منہ سے نکلا۔

"ہاں جناب... میرے خفیہ آدمیوں نے تمہارا تعاقب اس عمارت تک کیا... جس میں تم باس سے ملاقاتیں کرتے رہے ہو..."

"نن... نہیں... نہیں۔" وہ پھر خوف زدہ انداز میں بولا۔

"ہم نے رات کی تاریکی میں اس عمارت کا اندر سے جائزہ بھی لیا... اس میں دراصل ایک خفیہ دروازہ پچھلی طرف واقع ایک عمارت میں کھلتا ہے... اور اس عمارت میں جو لوگ رہتے ہیں... وہ باس کے اپنے قریبی دوست ہیں... شاید لوٹ کے مال میں حصے دار بھی ہوں گے... لہٰذا باس صاحب اس راستے سے اس عمارت تک آتے ہیں اور اسی سے واپس لوٹ جاتے ہیں... اس طرح کارکنوں کو کانوں کان پتا نہ چلتا... ہمیں بھی اس طرح پتا چل گیا کہ ہم لوگ خفیہ دروازوں کو تلاش کر لینے کے ماہر ہیں... سو ہم نے وہ دروازہ تلاش کر لیا... اس کے بعد

ہمارا کام آسان تھا... نواب صاحب کی حویلی میں ہم نے پہلے ہی آنا جانا شروع کر رکھا تھا... جس روز فاضل یہاں ملازمت حاصل کرنے کے لیے آیا تھا... فرزانہ اس روز بھی یہیں تھی... اس نے فاضل کو دیکھا... اسے فاضل کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا... لیکن پھر بھی اس کے حلیے سے اس نے جان لیا کہ یہ شخص غلط ہے... لہٰذا اس نے اس کی سفارش کی تاکہ ہم اس پر بھی نظر رکھ سکیں... اب یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ کوبرا گینگ کے باس نے فاضل کو یہاں وہ زمرد اڑانے کے لیے بھیجا تھا... کیوں مسٹر فاضل... کیا یہی بات ہے نا۔"

"میں عدالت میں جواب دوں گا... اپنے وکیل سے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کہوں گا۔" اس نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے... لیکن زمردوں کے بارے میں تو بتانا ہوگا۔"

"میں نے زمرد چرائے ضرور ہیں... کبوتروں کو حویلی کے باہر پھینک کر میں یہاں آ گیا تھا... لیکن یہاں سے آتے ہی میں نے زمردوں کی تھیلی ایک پودے میں چھپا دی تھی... تھیلی سبز رنگ کی ہے... زمرد بھی سبز رنگ کے ہیں... اس لیے کسی کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔"

"ٹھیک ہے... وہ تھیلی وہاں سے نکال لائیں۔" انہوں نے کہا۔

"اچھا..." اس نے کہا اور ایک سمت میں چل پڑا... جلد ہی وہ ایک گھنے پودے کے پاس جا رکا... اس نے پودے کے اندرونی حصے میں ہاتھ ڈال دیا... سب لوگ شوق اور تجسس سے اس کی طرف دیکھ رہے

تھے... اس کا ہاتھ باہر آیا تو وہ خالی تھا... ساتھ ہی اس کے منہ سے نکلا:

''ارے! یہ کیا۔''

''کیا ہوا...'' انسپکٹر جمشید آگے بڑھے۔

''وہ... وہ تھیلی تو یہاں نہیں ہے... اس کا مطلب ہے... کسی نے اڑا لی۔''

''تم... تم جھوٹ بول رہے ہو...'' یہ کہہ کر وہ انسپکٹر جمشید کی طرف مڑے۔

''آپ جو کوئی بھی ہیں... اپنا آپ ظاہر کر دیں... یہ شخص آپ کے قابو میں نہیں آئے گا... ہم اسے تھانے لے جاتے ہیں... وہاں یہ فرفر بتائے گا کہ وہ زمرد کہاں ہیں۔''

''جی نہیں... اس کی ضرورت نہیں۔'' وہ بولے۔

'' کیا مطلب... ضرورت کیوں نہیں۔''

''اس لیے کہ یہ کیس زمردوں کا تو ہے ہی نہیں... یہ تو ہے ہولناک ترین معاملہ... اس کا باس ملکی راز شارجستان کو بھیجتا ہے... وہ غیر ملکی جاسوس ہے... اس نے بڑے بڑے آفیسرز سے تعلقات بنا رکھے ہیں... ان سے راز حاصل کرنے کا وہ بہت ماہر ہے... ان لوگوں کو پتا بھی نہیں چلتا... اور وہ راز حاصل کر لیتا ہے... ان کے گھروں میں اس کا آنا جانا ہے... وہاں خفیہ آلات لگا دیتا ہے... اور وہاں ہونے والی بات چیت اور میٹنگ کی کارروائی سن لیتا ہے... یہاں اس سلسلے میں ایک آلہ ہم خود دیکھ چکے ہیں... وہ آلہ بھی دراصل فاضل گرمانی نہیں لایا تھا... خود باس نے لگایا تھا... فاضل گرمانی کو تو اس نے چارے کے طور پر استعمال کیا

ہے... وہ اسے گرفتار کرا کے خود نیک نام بن جانا چاہتا تھا... تاکہ پولیس فاضل کے ذریعے باس کو گرفتار کرنے کی سرتوڑ کوشش کر ڈالے... اب ظاہر ہے... فاضل زیادہ سے زیادہ اس عمارت کی نشان دہی کر سکتا تھا... اس کے بعد پولیس کیا کر لیتی... ناکام ہو جاتی... اور ہمارے باس صاحب کی طرف کسی کا دھیان تک نہ جاتا... اس کے فوراً بعد باس صاحب ہر قسم کی کارروائیاں بالکل بند کرنے کی ٹھان چکے تھے... کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ اب ان پر غیر ملکی جاسوس ہونے کا پورا شک کیا جا رہا ہے... وہ خود کو اس دلدل سے نکالنے کے لیے بڑی طرح بے چین ہو چکے تھے... اور اسی بے چینی کے عالم میں انہوں نے فاضل کو یہاں بھیجا... اسے حکم دیا کہ نواب صاحب کے زمرد اڑا لائے، یہ کئی بار یہاں آیا اور ناکام رہا... کامیاب ہوتا بھی کیسے... جب بھیجنے والا خود ان زمردوں کی حفاظت کر رہا ہے۔''

''کیا... کیا مطلب؟'' ان گنت لوگ چلا اٹھے۔

☆☆☆☆☆

غدار

''جی ہاں! یہی بات ہے... نواب صاحب خود ہی تو بھیجنے والے تھے فاضل گرمانی کو... خود ہی حفاظت کرنے والے تھے... یہ تو دراصل اس موقعے کے انتظار میں تھے... تاکہ سب کے سامنے فاضل گرمانی کو گرفتار کرا دیں... فاضل مار کھانے کے بعد اس عمارت کا پتا بتا دے... باقی ساتھیوں کے بارے میں بھی بتا دے... اب بھلا ایسی صورت میں کون نواب صاحب پر شک کرتا... جب کہ وہ خود اس ساری گینگ کو گرفتار کرانے کا سبب بنتے... وہ نیک نام کے نیک نام رہ جاتے... ساری گینگ جیل کی سلاخوں کے پیچھے چلی جاتی اور یہ خود اپنی حویلی میں چین کی بانسری بجاتے... اور ہم لوگ بھی یہی خیال کرتے کہ ہم نے ان کے بارے میں غلط خیال قائم کیا تھا... اس طرح باس والی فائل دفتر داخل ہو جاتی... لیکن ان کی قسمت خراب تھی... یہ معاملہ ہمارے عمل میں آ گیا... ایس پی شاکر صاحب تو ٹھہرے ان کے گہرے دوست... ضرور ان کی باتوں کو درست مان لیتے...''

''لیکن انسپکٹر صاحب... دوست تو آپ بھی ہیں ان کے۔''

ایس پی شاکر نے طنزیہ انداز میں کہا۔ وہ چونک اٹھے۔ اس کا مطلب تھا، انہوں نے ان سب کو پہچان لیا تھا۔

''دوست ہم بھی ہیں... لیکن ذرا دور کے... اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی سالانہ دعوت میں ہمیں کبھی نہیں بلایا...''

''خیر ابا جان! اس کی وجہ تو یہ بھی ہو سکتی ہے... کہ یہ آپ کو بلانے سے ڈرتے ہوں کہ کہیں آپ ان کے جرائم کی بو نہ سونگھ لیں۔''

''یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے... لیکن ہماری دوستی زیادہ نہیں ہے... بس کبھی کبھار کا ملنا ہوتا رہا ہے۔''

''کہنے کا مطلب یہ کہ یہ اس گینگ کے باس ہیں۔''

''ہاں بالکل!''

''لیکن یہ سب آپ کے خیالات ہیں... آپ کے اندازے ہیں... آپ کے پاس اس بات کا ثبوت کیا ہے۔'' ایس پی صاحب بولے۔

''میں نے آپ کو بتایا تو ہے... ہم نے اس عمارت کے پچھلی طرف ایک خفیہ دروازہ تلاش کر لیا ہے... وہ ایک گھر میں کھلتا ہے... اس گھرانے کے لوگ نواب صاحب کے دوست ہیں... ان کے اس جرم میں شریک ہیں... کیا یہ ثبوت کافی نہیں۔''

''جی نہیں... ہو سکتا ہے، باس کوئی اور ہو اور اس کے بھی اس گھر سے تعلقات ہوں... وہ بھی اس گھرانے کا دوست ہو... اور وہ اسے آنے جانے کا راستہ دیتے رہے ہوں۔'' ایس پی شاکر بولے۔

''میرا خیال تھا کہ یہ سوال نواب صاحب اٹھائیں گے... لیکن اٹھا دیا آپ نے... خیر میں جواب دیتا ہوں... میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ

ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے تھے... یعنی اپنے زمردوں کی چوری کے
جرم میں فاضل گرمانی کو گرفتار کرا دیں اور یہ باس کے بارے میں کچھ نہ بتا
سکے... البتہ باقی گروہ کو گرفتار کرا دے اور ان کے زمرد بھی ان کے پاس
ہی رہ جائیں... یہ منصوبہ تھا ان کا..."

"اوہو... آخر اس کا ثبوت کیا ہے... اور آپ نے اب تک
یہ نہیں بتایا کہ آپ ہیں کون... اگرچہ میں اب تک اندازہ لگا چکا ہوں۔"

"چلیے پھر آپ اپنا اندازہ ہی بتا دیں۔"

"آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"آپ نے بالکل درست اندازہ لگایا۔"

"کیا!!!" نواب صاحب خوف زدہ آواز میں بولے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... اب جب کہ مجھے تمام حالات کا
پہلے ہی علم تھا... اور نواب صاحب پر ہمیں پہلے ہی شک تھا تو بھلا یہ کیسے ممکن
ہو کہ ہم یہاں میک اپ میں آ کر کچھ نہ کر سکے ہوں... ہم نے دو تین
راتوں تک اپنا کام کیا تھا... اس حویلی میں نیچے تہہ خانے ہیں... ان میں
لوٹ کا مال تو موجود ہے ہی... کارکنوں کی فائل بھی موجود ہے..."

"اوہ... اوہ..." نواب صاحب پکار اٹھے۔

"آپ نواب صاحب کے چہرے کی طرف دیکھے نا... اس پر
تاریکی کے بادل صاف نظر آ رہے ہیں... اس لیے کہ ان کی ساری پلاننگ
دھری کی دھری رہ گئی ہے... تہہ خانے میں وہ فائل بھی موجود ہے جس
سے ان کے غیر ملکی جاسوس ہونے کا ثبوت مل جائے گا... اور آخری ثبوت
یہ کہ فاضل گرمانی نے زمرد بھی انہی کے اشاروں پر تلاش کیے ہیں... یعنی

انہوں نے کچھ ایسے قدم اٹھائے تھے کہ فاضل گرمانی نے آسانی سے جان لیا
کہ زمرد کبوتروں کے جھانجھروں میں ہیں... لہٰذا اسے کبوتروں کی طرف
لگا دیا... اور جونہی یہ زمرد حاصل کر کے یہاں آئے... اور انہوں نے
زمرد اس پودے کے درمیان میں چھپائے... یہ مسکرا دیے... میں نے ان
کی مسکراہٹ کو بالکل صاف طور پر دیکھا تھا... بلکہ میں نے تو ان کی وہ
تصویر بھی اتار لی تھی اور فاضل گرمانی کی تصویر بھی میرے خفیہ کیمرے میں
محفوظ ہے... اس تصویر میں یہ صاحب زمرد کی تھیلی چھپاتے ہوئے صاف
دیکھے جا سکتے ہیں... اور پھر نواب صاحب نے اس کی نظر بچا کر تھیلی اس
پودے میں سے نکال لی... میرے پاس یہ تصویر بھی محفوظ ہے... اب
کہیے... کیا کہتے ہیں۔"

"نن... نہیں... نہیں... تت... تو... یہ ہیں ہمارے
گروپ کے باس... اف... میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"مطلب یہ کہ انسپکٹر صاحب نے جو کچھ کہا ہے... تم اسے بالکل
درست قرار دے رہے ہو۔" ایس پی شاکر حیرت زدہ انداز میں بولے۔

"جی... جی ہاں... اب میرے انکار کرنے سے ہوگا ہی کیا...
انسپکٹر صاحب نے تو ہر طرح کے ثبوت حاصل کر لیے ہیں۔"

"سمجھ دار ہو... اور نواب صاحب... آپ کیا کہتے ہیں...
آپ تو چھپے رستم نکلے... ہم جیسے لوگوں سے آپ اسی لیے دوستی گانٹھتے
رہے ہیں... بڑے بڑے آفیسرز سے آپ نے دوستیاں لگا رکھی
ہیں... ان کی دعوتیں کرتے رہتے ہیں... اور اس طرح ان سے کچھ نہ کچھ
راز کی باتیں معلوم کرتے رہتے ہیں... بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کوشش

کرتے رہتے ہیں... جب ان آفیسرز کے گھروں میں آنا جانا ہے تو وہاں
آلات چسپاں کر دینا کیا مشکل ہے... اور اپنے گھر میں بیٹھ کر وہاں ہونے
والی میٹنگ کی کارروائیاں سننا کیا مشکل ہے... ویسے آپ اپنی صفائی میں
کچھ کہنا چاہیں تو ہم وہ بھی سننے کے لیے تیار ہیں... لیکن جب آپ کی تلاشی
لی جائے گی... اور آپ کی دائیں طرف والی جیب سے جب زمردوں کی
تھیلی نکلے گی تو اس وقت آپ کے پاس کہنے کے لیے کیا رہ جائے گا..."

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے... اب وہاں
موت کا سناٹا چھا گیا... جب کوئی کچھ نہ بولا تو فاروق کی آواز ابھری:

"یہ کیا... مجمع کو سانپ سونگھ گیا... ہم نے آپ سب کو تو مجرم
قرار نہیں دے دیا... جرم کو تو ایک دن آخر کار سامنے آنا ہوتا ہے...
آپ لوگوں نے سنا نہیں... جرم چھپ نہیں سکتا... انہیں سوچنا چاہیے تھا...
نواب تو میں پہلے ہی ہوں... مجھے ایسا کوئی کام کرنے کی آخر کیا ضرورت
ہے... معاشرے میں عزت ہے... مقام ہے... نواب کہلاتا ہوں...
پھر ایسے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے مجھے... لیکن شاید یہ نواب اسی قسم
کے کام کر کے بنے ہوں گے... دولت مند بن گئے تو اپنے نام کے ساتھ
نواب لگا لیا ہوگا... ورنہ خاندانی نواب تو ایسے کام کرتے نہیں... وہ تو
اپنی عزت کے لیے بڑھتے ہیں... عزت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے
ہیں... کاش ہمارے ملک میں جرائم پیشہ یہ سوچ لے کہ آخر کار جرم کا پھل
مل کر رہتا ہے... اور وہ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے... اب انہیں جیل میں نہ
جانے کب تک یہ کڑوے پھل کھانے ہوں گے... کیونکہ ملک سے غداری
کی سزا کم نہیں ہوتی... یہ تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے... سارے ملک کو

نقصان پہنچانا... جنگیں بھی تو ملک اسی طرح ہارتے ہیں... گویا ایسے
لوگ ملک کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہتے ہیں... اللہ اپنا رحم فرمائے... کیا
خیال ہے حاضرین... اور ابا جان... آپ کا میری اس چھوٹی سی تقریر
کے بارے میں... عام طور پر آخر میں تقریر آپ کرتے ہیں... آج میں
نے کر ڈالی... آپ نے بُرا تو نہیں مانا۔" فاروق یہ کہتے ہوئے خاموش
ہو گیا۔

"نہیں فاروق... آج تو تم مجھ سے دو ہاتھ آگے نکل گئے..."

"ن نہیں... خیر... یہ بات تو نہیں ابا جان۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"بہت ہی نپے تلے الفاظ تھے تمہارے۔" انہوں نے پھر کہا۔

"اس میں شک نہیں... اور سچی بات تو یہ ہے کہ میری آنکھیں کھلی
کی کھلی رہ گئی ہیں... میں تو ان کی مدد کے لیے آیا تھا... اور اب انہیں گرفتار
کر کے لے جانا پڑ رہا ہے... یہ میرے لیے اگرچہ ناخوش گوار کام ہوگا...
لیکن اس بات کی خوشی بھی محسوس کر رہا ہوں کہ ایک ملک دشمن سے نجات مل
گئی... ملک کو نقصان پہنچنے یا کم از کم ان کی حد تک تو سلسلہ ختم ہو گیا... اور یہ
بات ہم سبھی کے لیے خوشی کی بات ہے... لہٰذا مہمانوں سے بھی اب ہمیں بات
کرنا ہوگی... نواب صاحب تو بات کرنے سے رہے... تمام مہمان گرامی...
آپ حضرات کو جو زحمت ہوئی... ہم اس کی معافی چاہتے ہیں... اللہ تعالیٰ ہم
سب کو ایسے گھناؤنے کاموں سے محفوظ رکھے... اپنی امان میں رکھے اور ان
جیسے لوگ جو نقصان پہنچانے کی فکر میں ہیں... اس سے بھی اپنی امان میں
رکھے۔" ایس پی شاکر کہتے چلے گئے۔

"آمین!" سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔

''آپ کی تقریر بھی خوب رہی۔'' فاروق بول اٹھا۔

ایس پی شاکر کے ساتھ دوسرے بھی مہمانوں کے چہروں پر مسکراہٹیں تیرنے لگیں۔

☆☆☆☆☆

یکم نومبر 2007 کو شائع ہونے والے ناول

فاروق کی روح

-/40 روپے

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
کا تازہ ترین ناول

☆ فاروق نے ایک خواب دیکھا ہے...... ☆ فاروق کا کہنا ہے کہ یہ خواب اس نے نہیں بلکہ اس کی روح نے دیکھا ہے......
☆ اس خواب کی بنیاد پر ایک انوکھے سفر کی ابتدا ہوئی ہے۔ ☆ انہیں اپنی منزل معلوم نہیں ہے۔ ☆ ایک خواب کی وجہ سے شروع ہوا یہ سفر ان سب کو کہاں لے گیا ہے...... ☆ واقعی وہ کوئی خواب ہے یا پھر دشمنوں کا عجیب وغریب سائنسی حربہ......
☆ فاروق وہ خواب دیکھنے پر کیسے مجبور ہوا......اور پھر ان کی کار ایک پراسرار گھر کے سامنے جا ٹھہری۔ ☆ ایک جادوئی دیس کی کہانی...... ☆ خواب میں دکھائی دینے والا گھر جادوئی تھا یا اصلی...... ☆ فاروق کی اپنی ہی روح سے ملاقات......
☆ کیا فاروق مر چکا تھا......؟ ☆ پراسرار گھر کے افراد انہیں دیکھتے ہی اُچھل پڑے...... ☆ ایک عجیب ترین ناول......
☆ اشتیاق احمد کا ایسا ناول آپ نے کبھی نہیں پڑھا ہوگا۔ ☆ یکم نومبر 2007 کو پڑھنا نہ بھولئے **فاروق کی روح**

اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز کے آٹھ سنسنی خیز اور دلچسپ ناول

ناول نمبر 115 — رات کا مہمان
ناول نمبر 116 — اجنبی کی آمد
ناول نمبر 117 — سلاٹر
ناول نمبر 118 — دوسری عدالت
ناول نمبر 119 — انجانا خطرہ
ناول نمبر 120 — کتے کی موت
ناول نمبر 121 — خونی تجربہ
ناول نمبر 122 — دوسرا کیمرہ

اٹلانٹس پبلیکیشنز
D-83 سائٹ۔ کراچی
فون 021-2581720
021-2578273
ای میل atlantis@cyber.net.pk